Hadhrat Khalifatul Masih IV with Maulana Abdul Wahab Adam, Amir and Missionary Incharge, Ghana, during Jalsa Salana USA 1994

Hadhrat Khalifatul Masih IV greeting Br. Bilal Abdus Salam of Philadelphia. Our late Naib Amir, Dr. Zafr is in the background

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

جون ۔ جولائی ۱۹۹۷ء　　احسان ۔ وفا ۱۳۷۶ ھش

فہرست مضامین

نگران　　صاحبزادہ مرزا مظفر احمد امیر جماعت امریکہ

مدیر　　سید شمشاد احمد ناصر

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞
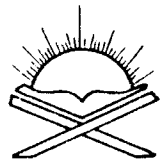
اور تم سب (کے سب) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور پراگندہ مت ہو اور اللہ کا احسان جو (اس نے تم پر کیا) ہے یاد کرو کہ جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے اُس نے تمھارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی جس کے نتیجہ میں تم اُس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارہ پر تھے مگر اُس نے تمھیں اُس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کو بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

بہنوں اور بیٹیوں کی نیک تربیت

مَنْ لَّهٗ ثَلَاثُ بَنَاتٍ وَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ وَكَسَاهُنَّ مِنْ جِدَّتِهٖ تَكُنَّ لَهٗ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ۔ (الادب المفرد)

جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں یا بیٹیاں یا بہنیں اور وہ ان کے وجود پر گھبراہٹ کا اظہار نہ کرے ان کی اچھی تربیت کرے اور اپنی طاقت کے مطابق انہیں اچھا لباس پہنائے تو وہ اسے جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ ہوں گی۔

من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیمۃ انا وھو وضم اصابعہ۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ والادب)

جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بلوغ تک پہنچ گئیں۔ تو قیامت کے روز میں اور وہ اس طرح آئیں گے۔ جیسے میرے ہاتھ کی دو انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حُسنِ معاشرت

عورتوں کے ساتھ حُسنِ معاشرت کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

" فحشاء کے سوا باقی تمام کج خُلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔ ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خُدا نے مَرد بنایا ہے۔ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکریہ یہ ہے۔ کہ ہم عورتوں سے لُطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔"

بچّوں کو مارنا شرک میں داخل ہے

ایک مرتبہ ایک دوست نے اپنے بچے کو مارا۔ آپؑ اس سے بہت متاثر ہوئے۔ اور اُنہیں بلا کر بڑی دردانگیز تقریر فرمائی اور فرمایا:۔

"میرے نزدیک بچّوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیّت میں اپنے تئیں حصّہ دار بنانا چاہتا ہے۔ ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اور جُرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابُو سے نہ دینے والا اور پُورا متحمّل اور بُردبار اور باسکون اور باوقار ہو۔ تو اسے البتّہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مُناسب پر کسی حد تک بچّہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے۔ مگر مغلُوب الغضب اور سُبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچّوں کی تربیّت کا متکفّل ہو۔ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دُعا میں لگ جائیں اور بچّوں کے لئے سوزِ دل سے دُعا کرنے کو ایک حزب ٹھہرا لیں اِس لئے کہ والدین کی دُعا کو بچّوں کے حق میں خاص قبُول بخشا گیا ہے۔ میں اِلتزاماً چند دُعائیں ہر روز مانگا کرتا ہُوں:۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک الفاظ میں

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد اور برکات

ایمان اور معرفت میں ترقی

"اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہیں" (آسمانی فیصلہ)

"تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔" (اشتہار)

روحانی فوائد اور ثواب

"اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔"

"اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔"

"لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لائیں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔"

اخلاق فاضلہ اور دینی مہمات میں سرگرمی

"اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کریں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور زہد و تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخاۃ میں دوسروں کے لیے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لیے سرگرمی اختیار کریں۔" (شہادت القرآن)

صالحین کی صحبت سے فیض

"...ایک غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبولؐ کی محبت دل پر غالب آجائے ... اس غرض کے حصول کے لیے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔" (آسمانی فیصلہ)

دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ

"اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لیے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ دین حق کے قبول کرنے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔" (اشتہار)

نئے احباب سے تعارف

"اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ کر اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔" (آسمانی فیصلہ)

رنجشیں اور اجنبیت مٹانے کا ذریعہ

"اس جلسہ میں تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لیے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لیے بدرگاہ حضرت عزت جلّ شانہٗ کوشش کی جائے گی" (آسمانی فیصلہ)

وفات پا جانے والوں کے لئے اجتماعی دعائے مغفرت

"جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لیے دعائے مغفرت کی جائے گی۔" (آسمانی فیصلہ)

حضرت اقدسؑ کی دعاؤں میں شرکت

جو دوست ہر قسم کا حرج کر کے بھی اس بابرکت اجتماع پر تشریف لائیں گے وہ حضور کی اس کی اس دعا میں شریک ہوں گے جو حضور نے جلسہ کے لیے آنے والوں کے حق میں خدائے عزّوجل کے حضور خاص طور پر کی ہے اور جس سے اس جلسہ کی اہمیت اور عظمت پر روشنی پڑتی ہے حضور فرماتے ہیں:

"بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لیے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔"

اگر تم سچا تعلق رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ سے پکا عہد کر لو کہ اس قدر چندہ ضرور دیا کروں گا اگر کوئی معاہدہ نہیں کرتا تو اسے خارج کرنا چاہئے وہ منافق ہے اور اس کا دل سیاہ ہے

......ارشادات باری تعالیٰ......

لن تنالوا البرّ حتی تنفقوا مما تحبونَ وماَ تنفقوا من شیئٍ فانّ الله به علیم (ال عمران رکوع ۱۰)

ترجمہ :- تم کامل نیکی کو ہر گز نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے خدا کیلئے خرچ نہ کرو اور جو کوئی چیز بھی تم خرچ کرو اللہ اسے یقیناً خوب جانتا ہے۔

ومالکم الاّ تنفقوا فی سبیل الله ولله میراثُ السّموتِ والارض من ذاالذی یقرض الله قرضا حسناً فیضعفه له وله اجر کریم (حدید آیت ۱۱ اور ۱۲)

ترجمہ :- اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمان اور زمین کی میراث (یعنی جو کچھ بھی تمہارے پاس ہے) اللہ ہی کی ہے۔ کیا کوئی ہے جو اللہ کو اپنے مال کا اچھا ٹکڑہ کاٹ کر دے تاکہ وہ اسے اس کیلئے بڑھائے اور اس کیلئے ایک معزز بدلہ مقرر ہے۔

......ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم......

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مامن یوم یصبح العباد فیه الاملکان ینزلان فیقول احدهما اللهم اعط منفقاً خلفاً ویقول الاخر اللهم اعط ممسکا تلفاً (بخاری۔ مسلم)

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر صبح دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ بخیل کے مال کو برباد کر دے۔

وعنه انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال قال الله تعالیٰ انفق یا ابن ادم ینفق علیك. (بخاری۔ مسلم)

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹو خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائے گا۔

......ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام......

اور قوم کو چاہئے کہ ہر طرح سے اس سلسلہ کی خدمت بجالاوے مالی طرح پر بھی خدمت کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے دیکھو دنیا میں کوئی بھی سلسلہ بغیر چندے کے نہیں چلتا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سب رسولوں کے وقت چندے جمع کئے گئے پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیویں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے ہاں اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔

اس وقت اس سلسلہ کو بہت سی امداد کی ضرورت ہے انسان اگر بازار جاتا ہے تو بچے کی کھیلنے والی چیزوں پر ہی کئی پیسے خرچ کر دیتا ہے تو پھر یہاں اگر ایک ایک پیسہ دے دیوے تو کیا حرج ہے خوراک کیلئے خرچ ہوتا ہے لباس کیلئے خرچ ہوتا ہے اور ضرورتوں کیلئے خرچ ہوتا ہے تو کیا دین کیلئے ہی مال خرچ کرنا گراں گزرتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ ان چند دنوں میں صدہا آدمیوں نے بیعت کی ہے مگر افسوس ہے کہ کسی نے ان کو کہا بھی نہیں کہ یہاں چندوں کی ضرورت ہے خدمت کرنی بہت مفید ہوتی ہے جس قدر کوئی خدمت کرتا ہے اسی قدر وہ راسخ الایمان ہو جاتا ہے اور جو کبھی خدمت نہیں کرتے ہمیں تو ان کے ایمان کا خطرہ ہی رہتا ہے۔

چاہئے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک متنفس عہد کرے کہ میں اتنا چندہ دیا کروں گا کیوں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے عہد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت دیتا ہے اس دفعہ تبلیغ کیلئے جو بڑا بھاری سفر کیا جاوے تو اس میں ایک رجسٹر بھی ہمراہ رکھا جاوے جہاں کوئی بیعت کرنا چاہے اس کا نام اور چندہ کا عہد درج رجسٹر کیا جاوے ہر ایک آدمی کو چاہئے کہ وہ عہد کرے کہ مدرسہ میں اس قدر چندہ دیوے گا اور لنگر خانہ میں اس قدر۔

بہت لوگ ایسے ہیں کہ جن کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ چندہ بھی جمع ہوتا ہے ایسے لوگوں کو سمجھانا چاہئے کہ اگر تم سچا تعلق رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ سے پکا عہد کر لو کہ اس قدر چندہ ضرور دیا کروں گا اور ناواقف لوگوں کو یہ بھی سمجھایا جاوے کہ وہ پوری تابعداری کریں اگر وہ اتنا عہد بھی نہیں کر سکتے تو جماعت میں شامل ہونے کا کیا فائدہ؟ نہایت درجہ کا بخیل بھی اگر ایک کوڑی بھی روزانہ اپنے مال میں سے چندے کیلئے الگ کرے تو وہ بھی بہت کچھ دے سکتا ہے ایک ایک قطرہ سے دریا بن جاتا ہے اگر کوئی چار روٹی کھاتا ہے تو اسے چاہئے کہ ایک روٹی کی مقدار اس میں سے اس سلسلہ کے لئے بھی الگ کر رکھے اور نفس کو عادت ڈالے کہ ایسے کاموں کیلئے اسی طرح سے نکالا کرے۔

چندے کی ابتدا اس سلسلہ سے ہی نہیں ہے بلکہ مالی ضرورتوں کے وقت نبیوں کے زمانہ میں بھی چندے جمع کئے گئے تھے ایک وہ زمانہ تھا ذرا چندے کا اشارہ ہوا تو تمام گھر کا مال لا کر سامنے رکھ دیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسب مقدور کچھ دینا چاہئے اور آپ کی منشا تھی کہ دیکھا جاوے کہ کون کس قدر لاتا ہے ابو بکر نے سارا مال لا کر سامنے رکھ دیا اور حضرت عمر نے نصف مال آپ نے فرمایا کہ یہی فرق تمہارے مدارج میں ہے اور ایک آج کا زمانہ ہے کہ کوئی جانتا ہی نہیں کہ مدد دینی بھی ضروری ہے حالانکہ اپنی گزران عمدہ رکھتے ہیں ان کے برخلاف ہندوؤں وغیرہ کو دیکھو کہ کئی کئی لاکھ چندہ جمع کر کے کارخانہ چلاتے ہیں اور بڑی بڑی مذہبی عمارات بناتے ہیں اور دیگر موقعوں پر صرف کرتے ہیں حالانکہ یہاں بہت ہلکے چندے ہیں پس اگر کوئی معاہدہ نہیں کرتا تو اسے خارج کرنا چاہئے وہ منافق ہے اور اس کا دل سیاہ ہے ہم یہ ہرگز نہیں کہتے کہ ماہواری روپے ہی ضرور دو ہم تو یہ کہتے ہیں کہ معاہدہ کر کے دو جس میں کبھی فرق نہ آوے صحابہ کرام کو پہلے ہی سکھایاً گیا تھا "لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون" اس میں چندے دینے اور مال صرف کرنے کی تاکید اور اشارہ ہے۔

یہ معاہدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے اس کو بنا ہنا چاہئے اس کے برخلاف کرنے میں خیانت ہوا کرتی ہے کوئی کسی ادنیٰ درجہ کے نواب کی خیانت کر کے اس کے سامنے نہیں ہو سکتا تو احکم الحاکمین کی خیانت کر کے کس طرح اسے اپنا چہرہ دکھلا سکتا ہے۔ ایک آدمی سے کچھ نہیں ہوتا جمہوری امداد میں برکت ہوا کرتی ہے بڑی بڑی سلطنتیں بھی آخر چندوں پر ہی چلتی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ دنیاوی سلطنتیں زور سے ٹیکس وغیرہ لگا کر وصول کرتے ہیں اور یہاں ہم رضا اور ارادے پر چھوڑتے ہیں چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی اور یہ محبت اور اخلاص کا کام ہے۔ پس ضرور ہے کہ ہزار در ہزار آدمی جو بیعت کرتے ہیں ان کو کہا جاوے کہ اپنے نفس پر کچھ مقرر کریں اور اس میں پھر غفلت نہ ہو۔ (ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۴۳)

کلام الامام

"بیعت بک جانے کا نام ہے"

سیدنا حضرت حکیم مولانا نورالدین......نے منصب امامت پر فائز ہونے کے بعد فرمایا:۔

"میری پچھلی زندگی پر غور کرلو میں کبھی امام بننے کا خواہش مند نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنی تئیں سبکدوش خیال کیا تھا میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے میں دنیا میں ظاہرداری کا خواہش مند نہیں میں ہرگز ایسی باتوں کا خواہش مند نہیں۔ اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں۔ قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا میں نے اسی فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی۔ اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں (یعنی صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب۔ میر ناصر نواب صاحب۔ نواب محمد علی خاں صاحب ناقل) اس وقت مردوں بچوں عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں اور اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں کسی کی بیعت کرلو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں خود ضعیف ہوں بیمار رہتا ہوں۔ پھر طبیعت مناسب نہیں اتنا بڑا کام آسان نہیں......پس میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جن عمائد کا نام لیا ہے ان میں سے کوئی منتخب کرلو میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو بیعت بک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سو اس کے بعد میری ساری عزت اور میرا سارا مال انہی سے وابستہ ہو گیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال......تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔"

اس خطاب کے آخر میں ارشاد فرمایا۔

"اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔ وہ بیعت کے دس شرائط بدستور موجود ہیں۔ ان میں خصوصیت سے میں قرآن سیکھنے اور (تزکیہ اموال) کا انتظام کرنے واعظین کے بہم پہنچانے اور ان امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے شامل کرتا ہوں۔ پھر تعلیم دینیات۔ دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگی۔ اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اٹھاتا ہوں۔ جس نے فرمایا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ۔ یاد رکھو ساری خوبیاں وحدت میں ہیں جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مرچکی۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۱۹۵۔۱۹۶)

میں زبانی اطاعت کا قائل نہیں ☆ ہر شخص کو لازماً مبلغ بننا پڑے گا

(احباب جماعت کے نام سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا ولولہ انگیز پیغام)

آپ جو خود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کہتے ہیں اور اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم روحانی خادم اور فرزند کے جانثاروں میں شمار کرتے ہیں۔

☆ کیا آپ کو اپنے ان بھائیوں پر رحم نہیں آتا جن کی آنکھیں ابھی تک اس نور کو دیکھنے سے معذور ہیں اور جن کے دل اس کیف سے نا آشنا ہیں اور اس لذت سے بے خبر ہیں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھنے سے اور آپؐ کو اپنے دل میں بٹھانے سے ملتی ہے؟

☆ کیا آپ کا دل اپنے ان بھائیوں کے لئے درد محسوس نہیں کرتا جو اپنے پیدا کرنے والے رحمان اور رحیم رب سے دور دنیا اور اس کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔ اور جو اپنے رب کی شناخت سے ملنے والی راحت اور اس کے وصل سے حاصل ہونے والے سرور سے محروم ہیں؟

☆ کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ کے یہ بھائی بھی ان نعمتوں اور ان لذتوں سے بہرہ ور ہوں جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل ملی ہیں؟

☆ کیا آپ کا یہ فرض نہیں ہے کہ آپ اپنے بھائیوں کو بھی اسی گلشن کی طرف بلائیں جس میں ہر قسم کی راحت اور ہر قسم کا آرام ہے؟

☆ کیا آپ کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ آپ تمام دنیا کے لوگوں کو اسلام کی سیدھی اور سچی راہ کی طرف دعوت کریں اور انہیں بتائیں کہ یہ وہ راہ ہے جس پر چل کر وہ ہر دکھ اور ہر درد اور ہر تکلیف سے نجات پا سکتے ہیں اور اس جنت کو حاصل کر سکتے ہیں جس کی تمنا ہر دل کو بے قرار رکھتی ہے؟

میں آپ سے یہی کہنا چاہتا ہوں کہ:

اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، اپنے بھائیوں کے دکھ اور ان کی تکالیف کو اپنے دل میں محسوس کریں اور انہیں بدعقیدگی اور دہریت کی ظلمت سے نکالنے کے لئے جدوجہد کریں۔ انہیں اس روشنی کی طرف بلانے کے لئے کوشش کریں جس نے آپ کے دلوں کو منور اور آپ کی آنکھوں کو روشن کر دیا ہے۔

اس پر قانع نہ ہو جائیں کہ آپ نے سیدھے راستے کو اختیار کر لیا ہے اور اس بات پر مطمئن نہ ہو جائیں کہ آپ آرام میں آگئے ہیں بلکہ اپنے پورے زور اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اپنے بھائیوں کو فلاح اور کامیابی کی طرف جانے والے اس راستہ کی طرف بلائیں۔ یاد رکھیں کہ کوئی خوشی ایسی نہیں جو تنہا منائی جا سکے اور کوئی راحت ایسی نہیں جس سے اکیلے لطف اٹھایا جا سکے۔ پس اپنے بھائیوں کو بھی اس خوشی اور راحت میں حصہ دار بنائیں جو آپ حاصل کر چکے ہیں۔

خدا کرے ....

آپ میری بات پر کان دھرنے والے اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والے ہوں۔

خدا کرے کہ ....

آپ اپنے بھائیوں کے دکھ اور درد کو اپنے دلوں میں محسوس کرنے والے ہوں۔

اور خدا کرے کہ ....

آپ انہیں ان کے رب تک لے جانے والے سیدھے راستے کی طرف بلا کر ان کے مصائب کا مداوا کرنے والے ہوں۔

میں صرف زبانی تائید اور فرضی اطاعت کا قائل نہیں۔ اگر آپ عہد بیعت میں صادق ہیں تو میرا یہ پیغام سننے کے بعد ہر وہ شخص جس کے کانوں تک یہ آواز پہنچ رہی ہے اسے لازماً اسلام کا مبلغ بننا پڑے گا۔ اور خود ہمیشہ اپنے نفس کا محاسبہ کرنا ہو گا۔ جب تک ہر سال کسی کی دعوت الی اللہ کو خدا تعالیٰ میٹھے پھل عطا نہ فرمائے۔ نئے نئے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی توفیق نہ بخشے اسے چین سے نہیں بیٹھنا چاہئے!

خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور اپنی رحمتوں سے آپ کو نوازے۔ آمین۔

مہمان نوازی کے خُلق کو انفرادی و اجتماعی طور پر منظّم کریں

(حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع)

پس تمام دنیا کی جماعتوں کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ (۔) وہ اپنے مہمانوں کے لئے' آنے والے مہمانوں کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں اور ان آنے والے مہمانوں میں سب سے زیادہ اہم مہمان اس وقت نومبائعین ہیں۔ نومبائعین کا اب سلسلہ ایسا بڑھ چکا ہے کہ ان کے لئے ہمیں وسیع تر انتظامات کرنے ہوں گے۔ اب انفرادی کوشش پر ان کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اگر اتفاقات پر ان کو چھوڑ دیں گے۔ انفرادی کوشش پر چھوڑ دیں گے تو ایک بھاری تعداد ان میں سے ایسی رہ جائے گی جن کو پوچھنے والا' دیکھنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کلام الٰہی میں جو تالیف قلب کی ہدایت دیتا ہے' مولفۃ القلوب بیان کرتا ہے ان لوگوں کو' یہ وہ لوگ ہیں جو ابتدائی دور میں اگر محبت پالیں تو ہمیشہ کے لئے آپ کے ہو جائیں گے۔ اگر ابتدائی دور میں ان سے سرد مہری کا سلوک ہو اور ان کا کوئی نہ ہو جو انہیں اپنا سکے اور سینے سے لگا سکے تو بعید نہیں ہو تا کہ یہ لوگ آہستہ آہستہ سرک کر یا پیچھے ہٹ جائیں یا اپنی ایک بے عملی کی سی حالت میں ٹھنڈے پڑ جائیں اور جیسے لوہا گرم ہو تو اس وقت اسے شکلیں عطا کی جاتی ہیں اور ٹھنڈا ہو جائے تو وہ شکلیں قبول کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ پس یہی دور ہے جب کہ آپ کی مہمان نوازی کا خلق ایک ایسے اجتماعی رنگ میں ان آنے والے مہمانوں کے دل جیتنے والا بنے کہ جس کے ساتھ منصوبہ ضروری ہے۔ پس تمام جماعتوں کو اس پہلو سے منصوبہ بنانا چاہئے کہ کثرت سے آنے والے نئے احمدیوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہے جسے جماعت احمدیہ یہ حضرت بانی سلسلہ کے مہمان کے طور پر سر آنکھوں پر نہ لے اور جس کی خدمت ایک دلی جذبے سے نہ کرے۔ یہ کچھ دیر کی بات ہے۔ یہ وہ مہمان ہیں جو چند دنوں میں میزبان بننے والے ہیں۔ اگر پہلی زندگی کے چند مہینوں کے تجربے میں یا زیادہ سے زیادہ ایک سال کے تجربے میں یہ آپ کے حسن خلق سے متاثر ہو گئے' آپ نے ان کی خدمتیں کیں تو ان میں سے ایسے پیدا ہوں گے جو آپ سے بڑھ کر خدمت کرنے والے ہوں گے اور آنے والے وقتوں کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کو یہ آپ کے ساتھ شانہ بشانہ مل کر پورے کریں گے۔ پس ہر پہلو سے یہ بہت اہم مسئلہ ہے کہ ہم اپنی مہمان نوازی کے خلق کو انفرادی طور پر بھی بڑھائیں اور اجتماعی طور پر بھی ایسا منظم کریں کہ اس کے نتیجے میں آئندہ صدیوں میں جو پھیلے ہوئے تقاضے ہیں ان کو ہم بہترین رنگ میں پورا کرنے والے ہوں۔

(از خطبہ 30۔ اگست 1996ء)

جلسہ سالانہ

(حضرت حافظ مختار احمد شاہجہانپوری رضی اللہ عنہ)

یہ تیری دِلکشی اَے جلوہ گاہِ حُسن کیا کہنا
جو آتا ہے بصد اخلاص مُشتاقانہ آتا ہے

چلے آتے ہیں آنے والے یُوں قُربان ہونے کو
کہ جیسے شمع پر پروانہ بے تابانہ آتا ہے

تعلّق کیا، غرض کیا، واسطہ کیا، ہوشیاروں کو
یہ دیوانوں کی مجلس ہے یہاں دیوانہ آتا ہے

لگا ہے کوچۂ دلبر میں دیوانوں کا تانتا سا
کوئی دیوانہ آ پہنچا کوئی دیوانہ آتا ہے

اسیرِ عشق ہو کر سب تعلّق ٹوٹ جاتے ہیں
جو اِس مجلس میں آتا ہے آزادانہ آتا ہے

یہ مجلس ہے کہ ہے دیوانگانِ عشق کا مجمع
جدھر دیکھو نظر دیوانہ ہی دیوانہ آتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت

محبت الٰہی کا ایک اہم زینہ ـ انفاق فی سبیل اللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے یہ امر تو واضح ہے کہ آپ نے اپنا سب کچھ راہ مولیٰ پر تج کر دیا اور محبت الٰہی کے لئے عبادات کا ہر رنگ بجالانے میں جہد مسلسل قائم رکھی۔ ذکر الٰہی ہو یا نماز و روزہ کی عبادات' ایک اعلیٰ اور اکمل اسوہ تھا جو محبت الٰہی کیلئے آپ کے وجود مبارک سے ظاہر ہوا۔ آپ سے ایسے اعمال و افعال ظاہر ہوئے کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے درحقیقت تمام چیزوں پر خدا کو اختیار کرلیا ہے آپ کے ذرہ ذرہ اور رگ و ریشہ میں خدا کی محبت اور اس کی عظمت کے چشمے پھوٹ رہے تھے اور پھر خدا کی تجلیات کیلئے وہ وجود ایک مصفّی آئینہ کی طرح ہوگیا جس سے اس ذات باری تعالیٰ کا حسن و جلال ظاہر ہوا اور اس کے آثار و اظلال سے مخلوق خدا متمتع ہوئی اور بنی نوع انسان کو دائمی حیات کیلئے ثمرات ملے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی حقیقی روح:

انسان اپنے اموال کو مختلف اغراض و مقاصد کیلئے خرچ کرتا ہے۔ اکثر خواہش یہی ہوتی ہے کہ خرچ کیا ہوا مال اضافہ کے ساتھ لوٹے یا نام و نمود کی خواہش ہوتی ہے اور بالواسطہ اس ذریعہ سے بھی مفادات کا حصول مدنظر رکھا جاتا ہے مگر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تزکیہ اموال اور انفاق فی سبیل اللہ یعنی صدقہ و خیرات کی حکمت اور روح بالکل مختلف تھی۔ اس میں اگر ایک طرف بنی نوع انسان سے *آگے مخلوق کی سچی ہمدردی تھی۔ اور وہ خالص لوجہ اللہ تھی۔ تو دوسری طرف* آپ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کی خاطر یہ اعمال صادر ہوتے اس طرح عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے آپ کو پہنچایا اور بشریت کے پاک لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی سے پورا حصہ لیا۔

انفاق فی سبیل اللہ کی بنیادی اغراض:

جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو عبادت سمجھ کر بجا لائیں تو یہی عمل ایک عظیم مقصد کا موجب ٹھہرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان اغراض کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

"و مثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ و تثبیتا من انفسھم......) (البقرہ:۲٦٦)

یعنی جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور اپنے آپ کو مضبوط کرنے کیلئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغ ہو اور وہ اونچی جگہ پر ہو۔ اس جگہ ربوہ کا لفظ استعمال کیا فرمایا کہ اونچی جگہ ہمیشہ سیلاب سے محفوظ رہتی ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو نشیب میں پانی ٹھہر جاتا ہے جس سے کھیتوں کو نقصان پہنچتا ہے مگر اونچی جگہ محفوظ رہتی ہے۔ ایسے مقام پر اگر تیز بارش ہو تو کھیتی بہت پھل دیتی ہے اور اگر زیادہ بارش نہ ہو تب بھی تھوڑی بارش سے ہی پھل پیدا ہو جاتا ہے اور وہی اس کیلئے کافی ہو جاتی ہے۔

اس خوبصورت تمثیل میں سچے مومن کے انفاق کا ذکر فرمایا کہ سچے مومن کا دل ایک باغ کی طرح ہوتا ہے جس میں نیک اعمال کے سرسبز و شاداب پودے ہوتے ہیں جب وہ صدقہ و خیرات کرتا ہے تو اگر وہ بارش کی طرح زیادہ نہ بھی ہو تب بھی وہ اس کی نیکی کے نتائج حاصل کر لیتا ہے۔ ایسا خرچ کرنے والے مومن غرباء ہوتے ہیں اس لئے طل اور ہلکی پھلکی بوندا باندی بھی ان کی کھیتی کو بڑھاتی ہے جو ان کے اخلاص اور تقویٰ کا ثمرہ قرار پاتی ہے۔

پس اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کمیت یعنی مقدار پر مبنی نہیں بلکہ کیفیت سے تعلق رکھتا ہے کہ کس اخلاص اور حسن نیت سے خرچ کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم اور اس پر آپ کا اور آپ کے صحابہ کا عمل دونوں طرز پر تھا۔ انفاق وابل اور طل (یعنی تیز بارش اور ہلکی بوندا باندی) دونوں طرح کے تھے اور نتیجہ خیز تھے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی دو اغراض اس آیت میں بیان فرمائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوشنودی کیلئے۔ ۲۔ قوم کی مضبوطی

جب خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور محبت مقصود ہو تو دوسرے سفلی اور ذاتی مقاصد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس انفاق و صدقات سے غرباء کے لئے ترقی کے مواقع میسر آتے ہیں اور وہ قوم کے لئے مفید جزو بن کر اس کی مضبوطی اور طاقت کا موجب بن جاتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ ساتھ انفاق و صدقات کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ جو مومن سچے دل سے اور اخلاص کے ساتھ مال کی قربانی دے رہے ہوتے ہیں ان کے ایمان کو بھی تقویت حاصل ہوتی ہے۔

انفاق کا وسیع مفہوم:

قرآن کریم نے ہدایت اور محبت الٰہی کا ایک اہم زینہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"و مما رزقنھم ینفقون" (البقرہ: آیت ۴)

یعنی جو کچھ بھی ہم نے اپنے بندے کو عطا کیا ہے وہ اسے تقویٰ و اخلاص کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کی عطا و عنایات کیا ہیں۔ انسان اگر اپنے محسن و منعم خدا کی نعماء و عنایات کا شمار کرے تو وہ بے حساب ہیں۔ پس ایک مومن پر

لازم ہے کہ جب وہ دوسروں پر خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ کی عطا کو مد نظر رکھے۔ وہ اپنے مال اپنی جان اپنے وقت اپنی عزت اپنی جسمانی طاقتوں' ذہنی اور علمی قوتوں کو خرچ کرے اور محبت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اپنے محبوب کے لئے جو کچھ بھی اس کے پاس ہے سب کچھ قربان کر دے۔

مخلوق۔ اللہ تعالیٰ کی عیال ہے:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی اہمیت اور وسعت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ

(مشکوہ باب الشفقہ والرحمۃ علی الخلق)

کہ تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہے پس اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔ آپ کے اس ارشاد کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے شخص کو پسندیدہ قرار دیا اس طرح مخلوق خدا کے ساتھ ایک مومن کو محبت و شفقت اہمیت واضح فرمائی۔ کہ گویا ایک مومن اپنے گھرانے کے باسیوں یعنی اولاد اور بیوی کا سا سلوک کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفقت و رحم کی تعلیم:

پھر اہل زمین پر رحم و شفقت کی تعلیم دی اور فرمایا۔

الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا اھل الارض یرحمکم من فی السماء

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی الرحمۃ)

(حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رحم کرنے والوں پر خدا رحم کرے گا تم اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان سے قریب ترین اس کی اپنی اولاد سے رضائے باری تعالیٰ کی خاطر محبت کا سلوک کرنے کی تلقین فرمائی اور خود اپنا اسوہ بھی دیا۔ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:۔

"قبّل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحسن ین علی رضی اللہ عنھما وعندہ الاقرع بن حابس فقال الاقرع: ان لی عشرہ من الولد ماقبّلت منھم احدا فنظر الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: من لا یرحم لا یرحم"

(بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد و تقبیلہ)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت حسنؓ بن علیؓ کو بوسہ دیا اس وقت آپ کے پاس اقرع بن حابس بھی بیٹھا تھا۔ اقرع نے یہ دیکھ کر عرض کیا کہ میرے دس بیٹے ہیں میں نے کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ آپ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

ایک اور موقع پر بچوں اور عیال کے ساتھ عمومیت کے رنگ میں محبت و رحم کے سلوک کرنے کی تلقین یوں فرمائی۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:۔

"من لا یرحم الناس لا یرحمہ اللہ" (مسلم کتاب الفضائل باب رحمۃ الصبیان والعیال)

یعنی جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات اور تعلیمات سے واضح ہے کہ اس رحمت مجسم کے دل میں نہ صرف بنی نوع انسان بلکہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ کتنی محبت موجزن تھی اور آپ کس طرح بار بار رحم اور شفقت کی تعلیم فرما رہے ہیں۔ پھر اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا کہ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کا اظہار کیا۔ اس محبت کا ہی تقاضا تھا کہ آپ نے ناداروں غلاموں بچوں اور عورتوں کے طبقہ سے حسن سلوک کیا اور ان کی ضروریات کا خیال رکھا۔ کیونکہ یہ وہی طبقہ ہے جو اپنے حقوق کی آواز نہیں اٹھا سکتا اور محروم کے ضمن میں آتا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کا موقع:

صدقہ و خیرات اور مال و دولت کا خرچ کرنا بھی موقع و محل کے مطابق محبت الٰہی کا موجب بنتا ہے۔ اس بارہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ای الصدقہ اعظم اجرا قال ان تصدق و انت صحیح شجیح تخشی الفقرو تامل الغنی ولا تمہل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت: لفلان کذا و قد کان لفلان۔

(بخاری کتاب الزکاۃ باب فضل الصدقہ)

ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑا صدقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا سب سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ تو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست ہو اور مال کی ضرورت اور حرص رکھتا ہو غربت سے ڈرتا ہو اور خوشحالی چاہتا ہو۔ صدقہ و خیرات میں ایسی دیر نہ کر کہیں ایسا نہ ہو کہ جب جان حلق تک پہنچ جائے تو تو کہے کہ فلاں کو اتنا دے دو اور فلاں کو اتنا۔ حالانکہ وہ مال اب تیرا نہیں رہا وہ تو فلاں کا ہو ہی چکا (یعنی مرنے والے کے اختیار سے نکل چکا)۔

اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تو انفاق فی سبیل اللہ کا سب سے بہترین موقع وہی ہے جب ایک خرچ کرنے والا تندرستی کی حالت میں ہو غربت کا ڈر اور خوف ہو مزید مالدار بننے کی خواہش ہو۔ تو اس وقت بنی نوع انسان کی ہمدردی میں خرچ کرے۔ محبت الٰہی کا یہی اہم زینہ ہے جو معراج انسانیت کا باعث ہے اور آسمان پر رحمت و محبت باری تعالیٰ کی نوید ہے اس ذریعہ سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت الٰہی کو پایا اور اسی ذریعہ آپ خالق و مخلوق کے محبوب قرار پائے۔ آپ کی زندگی میں کوئی شام نہ آتی کہ آپ اپنے گھر کا جائزہ لیتے اور صدقہ و خیرات کے قابل جو کچھ بھی ہوتا ضرورت مندوں کو دے دیتے۔ کبھی اس قدر اندوختہ نہ ہوا کہ زکوۃ کے نصاب کو پہنچا ہو۔ (جاری)

جلسہ سالانہ کے متعلق ہدایات

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

○ ۔ جلسہ کے ایام میں نمازوں کی خاص طور پر نگرانی کی جائے اور جب نمازیں کھڑی ہو جاتی ہیں تو کوئی نماز سے باہر نہ ہو سوائے ان کے جو ڈیوٹیوں پر ہیں اور خاص طور پر فجر کی نماز کا اہتمام کیا جائے۔

○ ۔ اس جلسہ کو ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اس لئے اس سے وابستہ روایات کو زندہ کرنا چاہئے اور حسین پہلوؤں کا اضافہ ہونا چاہئے۔ اس جلسہ کو زیادہ پہلوؤں سے اور شدت کے ساتھ روایتی بہترین جماعتی مرکزی جلسوں کا نمائندہ بنانے کی کوشش کریں۔

○ ۔ کارکنان کو دعا کی طرف توجہ دلانی چاہئے اور ہر منتظم اپنے شعبے میں دیگر امور کے علاوہ دعا کی طرف توجہ دلائے کیونکہ اس سے کاموں میں عظیم الشان برکت پڑتی ہے۔

(خطبہ جمعہ ۱۷ جولائی ۱۹۸۷ء)

جلسہ سالانہ اور احمدیہ ٹیلی وژن

خدائے رحیم وقدیر وہ طاقت اور قدرت رکھتا ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی معجزہ دکھا سکتا ہے اور ہر مصیبت میں انسان کا دستگیر ہوتا ہے۔ اور جب وہ اپنی جھلک دکھاتا ہے تو انسان اُس کی قدرتوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہوتا ہے اور ہر ایک زبان پر یہی ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوا۔ یہ کیونکر ہوا۔ اور یونہی خدا تعالیٰ اپنے زور دار نشانوں سے اپنی قدرت کو منواتا ہے اور اپنے ہونے کا یقین دلاتا ہے۔ جیسے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا :- ؎

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

جب نامساعد حالات کی وجہ سے حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ہم سے جدا ہوئے تو ہم بے حد دکھی تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا۔ جیسے ہم دکھوں کے اس تپتے ہوئے صحرا میں بے یار و مددگار رہ گئے ہیں۔ بعض اوقات مایوسی اور بے دلی بھی طبیعت پر غالب آئی لیکن پھر خدا کی یاد سہارا بنی اور دکھی دلوں کی صدائیں ہونٹوں سے نکل کر عرش سے ٹکراتی رہیں، سجدہ گاہیں اشکوں سے تر ہوئیں اور اپنے محبوب آقا سے بچھڑنے والوں کی دردناک آہیں خدا کی رحمت کو کھینچ لائیں کیونکہ حضور سے یہ دوری ایک طرفہ قیامت تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے مایوسی کا یہ دور کبھی ختم نہ ہوگا۔ لیکن وہ انقلاب جو اُس پاک اور قادر ہستی کی طرف سے مقدر ہو اُسے کون روک سکتا ہے۔ دنیا میں اکثر ایسا ہوتا آیا ہے کہ: ؎

شہرت اُسے ملی جو وطن سے نکل گیا
وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ اللہ کے پیارے بندوں کو اذیتیں دی گئیں۔ انہیں ایک محدود حلقے تک ہی رہنے پر مجبور کر دیا گیا اور اُن کے مشن کو ختم کرنے کی سازشیں بھی کی گئیں۔ اُن کے اعمال و افعال پر پابندی لگا دی گئی اور زندگی کی سہولتیں اُن سے چھین لی گئیں۔ لیکن ان سب روکاٹوں میں حکمت کا ایک پہلو پوشیدہ ہوتا ہے کہ خدا کی تعلیم پھیلے اور بجائے ایک شہر یا ایک ملک تک محدود رہنے کی بجائے دُنیا کے دور دراز علاقوں تک خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچ جائے۔ ہمارا درد و کرب اور پریشانی بجا۔ لیکن احمدیت کے درخت کو بارآور ہونے کے لئے ایک وسیع نظام اور ایک انوکھے انتظام کی ضرورت تھی۔ یہاں پر جو پابندیاں ہیں۔ باہر کے ملکوں میں نہیں تھیں۔ لہٰذا ایک خلقت کو جو کسی نظام کی متلاشی تھی اور روحانی پیاس سے تڑپ رہی تھی اور بھٹکی ہوئی مخلوق کسی صراطِ مستقیم کے لئے بے چین تھی۔ رہنمائی ملی تو جیسے پیاسوں کو چشمۂ آبِ حیات مل گیا۔ اور ہر قوم کے لوگ حلقہ بگوشِ احمدیت ہونے لگے۔

یہ سب کچھ ایک انقلاب کی پیداوار سے ہوا۔ کہ حضور امام جماعت احمدیہ الرابع کو ہجرت کر کے لندن جانا پڑ گیا۔ اور احمدیت کی اشاعت کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ پھر جنہیں توفیق ملی وہ جلسہ سالانہ لندن جاکر برکتیں اور خوشیاں لوٹنے لگے۔ لیکن ہم جیسے تہی دست دوسروں سے ہی حالات سُن کر دل کو تسکین دے لیتے تھے۔ ہماری بے چینیاں اور ہماری دُعائیں اور آہیں رنگ لائیں اور خدا تعالیٰ نے ایم۔ ٹی۔ اے پر جلسہ سالانہ دیکھنے کا سامان کر دیا اور ہم بھی اُن محفلوں کی رونق سے لطف اندوز ہونے لگے۔ حضور کے چہرۂ انور کی زیارت ایک خدائی انعام تھا ان کے ذہنوں کو جِلا دیتے اور روحوں کو تازگی بخشنے والی باتیں سُننے اور ترسی ہوئی آنکھوں کا شوقِ دید دید کے قابل تھا، بس یوں لگتا تھا کہ ؎

سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

مشتاقانِ دید کی آنکھوں سے اشک رواں تھے اور ہونٹوں پر دُعاؤں کے نذرانے، وہ رونقیں جو ہمارے پاس تھیں، وہ نعمتیں جن سے ہم لطف اندوز ہوتے تھے۔

ہم جیسے ہجر نصیبوں کی دید کے لئے ترستی آنکھوں کے لئے ایک ایسا معجزہ رونما ہوا کہ عقل حیرت زدہ ہے کہ یہ سب کیسے ہوا۔ کیا خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر یہ سب کچھ ممکن تھا! نہیں ہرگز نہیں اُس کے فضل سے ہی یہ سب کچھ ممکن ہوا۔ اس خالق و مالک اور ستار العیوب کا کرم ہے کہ زمانے کی ہزار گردشوں اور مخالفتوں کے باوجود ایم۔ ٹی۔ اے پر نت نئے پروگراموں کا سلسلہ جاری ہے اور دن رات ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔ بقول حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ؎

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو! زورِ دُعا دیکھو تو

یہ سچ ہے کہ "جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے"۔

خدائی سلسلے ہمیشہ مخالف سے نبرد آزما رہے ہیں اور پھلتے پھولتے بھی رہے ہیں۔ اگر کوئی مٹا سکتا تو آج دینِ حنیف کو کوئی نہ جانتا ہوتا۔

لاکھ دعوت الی اللہ کریں۔ کتنے ہی جتن کریں لیکن اتنی وسیع دُنیا میں ایک ہی وقت میں احمدیت کا پرچار کرنا، اور ملکوں ملکوں ہر شخص تک حق بات پہنچانا ناممکنات میں سے ہے۔ لیکن اس رحمٰن و رحیم اور قادرِ مطلق خدا کی قدرتوں سے کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ احمدیت کی بقا اور اشاعت کے لئے ایم۔ ٹی۔ اے کا معجزہ دکھایا اور پہلی بار جب ہم نے ٹی وی پر حضور کی زیارت کی تو ہر احمدی کی آنکھ اشک فشاں تھی اور ہونٹوں پر کلمۂ شکر تھا۔ یوں لگتا تھا کہ ہر گھر میں عید ہو گئی ہے۔ حضور کا چہرہ دیکھتے ہی دل سے دُعائیں نکل رہی تھیں۔ بچے اس قدر خوش تھے جیسے انہیں کوئی انمول خزانہ مل گیا ہو۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ ہم نے حضور کو اپنے سامنے دیکھا کہ جن کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس رہی تھیں۔ بقول کسے ؎

یارب وہ ہستیاں اب کس دیس بستیاں ہیں
وہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

بیتے دنوں کی یادیں ذہن کی اُلجھی اُلجھی پگڈنڈیوں پر محو رقص ہیں۔ جب ربوہ آباد ہوا تھا تو وہ میدان جہاں ایک سایۂ دیوار بھی نہ تھا۔ گرد آلود بگولوں کی گزرگاہ آج ایک آباد شہر بن چکا ہے لیکن ہجرت کی اُس حالت میں بھی جب کہ ہمارا مسکن قادیان

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

قربِ الٰہی کے اعلیٰ مراتب کا حصول

(حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پُر حکمت اور پُر معرفت کلماتِ طیبات)

اپنے نفس کو گناہوں کے بے پناہ سیلاب سے بچانے اور عشقِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے مستحسن ذرائع اور اسباب سے کام لینا ضروری ہے ان میں سے یہ ہے کہ انسان اپنے مطالعہ میں ایسی کتب، رسالے اور مضامین رکھے جن میں پاکیزگی کے حصول کی رغبت دلائی گئی ہو۔ گناہوں سے بچنے کے ذرائع بتلائے گئے ہوں اور انسان کو دُنیا کی چند روزہ حیات سے اپنا دل لگانے کی بجائے اُخروی حیات کی طرف جو دائمی ہے توجہ دلائی گئی ہو۔ اس قسم کی کتب اور مضامین کے مطالعہ سے یقیناً انسان غفلت میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اگر کبھی غفلت کی گھڑیاں آجائیں تو جلد ہوشیار ہو جاتا ہے۔ اور اپنی کوتاہیوں پر ندامت سے آنسو بہا کر اللہ تعالیٰ کے عفو کا طالب ہوتا ہے۔ اسی امر کو مدِّنظر رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ تزکیہ نفس کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور بزرگانِ اُمّت کے ایسے اقوال پیش کئے جائیں جو دلوں کو عشقِ الٰہی کی آگ سے گرمانے کے لئے بے حد مؤثر ہوں اور جن کا وقتاً فوقتاً مطالعہ ایک سالک کے قدم کو محبتِ الٰہی کے راستہ پر بہت زیادہ تیز کرنے والا ہو۔ اگر احباب بنظرِ غائر مطالعہ فرمائیں تو امید ہے کہ وہ اپنے ایمانوں میں تازگی محسوس کریں گے۔

۱۔ دو کلمے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں مگر میزان میں بھاری اور خدائے رحمان کو بہت پیارے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

(۲) سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

۲۔ دو خصلتیں

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دو خصلتیں ہیں جن سے بہتر کوئی شے نہیں

(۱) ایمان باللہ

(۲) مومنوں کو فائدہ پہنچانا

اور دو خصلتیں ایسی ہیں جن سے بدتر کوئی شے نہیں۔

(۱) کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا۔

(۲) مومنوں کو دُکھ پہنچانا۔

۳۔ دو لعنتی کام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! دو لعنتی کاموں سے بچو! صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کام کونسے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

(۱) راہ میں یا (۲) لوگوں کی سایہ دار اور آرام کرنے والی جگہوں میں پاخانہ یا پیشاب کرنا۔

۴۔ علماء ربّانی اور حکماء

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ (۱) علماء ربانی کے پاس بیٹھا کرو۔ (۲) حکماء کا کلام سنا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نورِ حکمت کے ذریعہ مُردہ دلوں کو اسی طرح زندہ کرتا ہے جس طرح بارش کے پانی سے مُردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔

۵۔ دو قطرے اور دو نشان

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو قطرے اور دو نشانوں سے بڑھ کر خدا کے نزدیک کوئی چیز محبوب نہیں۔

(۱) ایک قطرہ آنسو کا جو خدا کے خوف سے گرا۔

(۲) دوسرا قطرہ خون کا جو خدا تعالیٰ کے راستہ میں گرایا گیا۔

اور دو نشانوں میں سے ایک نشان اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنے یعنی جہاد کا اور دوسرا خدا کے فرائض مثلاً نماز وغیرہ میں جانے کا نشان ہے۔

۶۔ دو آنکھیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو آنکھیں ہیں جنہیں ہرگز جہنّم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا تصوّر کر کے رو پڑے اور دوسری وہ آنکھ جس نے جاگتے ہوئے اور خدا کی راہ میں قوم کی نگہبانی کرتے ہوئے رات گزار دی۔

۷۔ دو قابلِ رشک انسان

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دو شخصوں کے سوا اور کسی کی حالت قابلِ رشک نہیں۔ ایک وہ شخص کہ جسے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ مال عطا فرمایا اور پھر اسے توفیق دی کہ وہ نیک جگہوں میں خرچ کرے۔ (۲) دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عطا فرمائی اور وہ اس کے ذریعہ لوگوں میں فیصلہ کرتا اور انہیں علم سکھاتا ہے۔

۸۔ جاہلیت کی دو باتیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو باتیں لوگوں میں جاہلیت کی باتوں میں سے ہیں ایک یہ کہ کسی کو حسب نسب کا طعنہ دینا۔ دوسرے مُردہ پر نوحہ کرنا۔

۹۔ دُنیا کی دو نعمتیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں ایسی ہیں جن سے کو دُنیا کے بہت سے لوگ محروم ہیں۔ مگر وہ ضرور قابلِ رشک ہیں ایک تندرستی۔ دوسرے فراغت یعنی وسعتِ مال

۱۰۔ دُعا قبول ہونے کے دو خاص وقت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ کس وقت کی دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا (۱) آخری رات کے جوف میں اور (۲) فرض نمازوں کے بعد۔

۱۱۔ دینِ حق کی دو بہترین باتیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ دینِ حق کی بہترین بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا (۱) یہ کہ کھانا کھلائے۔ یعنی جو کوئی مسکینوں، یتیموں، مہمانوں اور دوستوں وغیرہ کو اور (۲) دوسرے یہ کہ ہر شخص کو خواہ وہ تیرا واقف ہو یا ناواقف السلام علیکم کہے۔

۱۲۔ جنّت میں لے جانے والی ۲ دو باتیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا دو خصلتیں ایسی ہیں کہ انہیں جو.... بھی اختیار کرے گا وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ اوّل ہر نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ بار تحمید اور تسبیح کہے اور ۳۴ بار تکبیر کہے۔

(۲) سوتے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور دس بار تسبیح کہے، دس بار تحمید اور دس بار تکبیر۔

۱۳۔ بہشت اور دوزخ میں لے جانے والے ۲ دو ذریعے

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ بہشت میں جانے کا سب سے بڑا ذریعہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا

(۱) اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

(۲) لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔

پھر آپ سے دوزخ میں داخل ہونے کا بڑا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، پیٹ اور شرمگاہ۔

۱۴۔ دو کمزور یتیم اور عورت

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے خدا تو گواہ رہ کہ میں لوگوں کو بتا چکا ہوں اور ان کو اچھی طرح ڈرا چکا ہوں کہ کمزوروں یعنی یتیم اور عورت کے حقوق کو ضائع کرنا سخت گناہ ہے۔

۱۵۔ بخل اور بدخُلقی

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔ ۲ دو خصلتیں مومن میں کبھی جمع نہیں ہوتیں۔ ایک بخل دوسرے بدخلقی۔

۱۶۔ ایمان اور نفاق

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا حیا اور کم گفتگو کرنا یہ دونوں ایمان کی شاخیں ہیں اور بے حیائی اور بے ہودہ بک بک دونوں نفاق کے شعبے ہیں۔

۱۷۔ بردباری اور تعجیل

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عبدالقیس قبیلہ کے وفد کے سردار سے فرمایا کہ تجھ میں دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔ ایک بردباری حلم اور دوسرے جلد بازی نہ کرنا۔

۱۸۔ صغیرہ اور کبیرہ گناہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا وہ گناہ جس پر دوام اختیار کیا جائے۔ وہ ہرگز صغیرہ نہیں کہلا سکتا اور نہ وہ کبیرہ کہلا سکتا ہے۔ جن کے ساتھ استغفار اور رجوع الی اللہ ہو۔

۱۹۔ چھوٹوں پر رحم بڑوں کی تعظیم

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے۔

۲۰۔ امانت اور عہد کا ایفاء

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو امانات میں خیانت کرے۔ مومن نہیں۔ اس طرح اس شخص کا ایمان بھی کوئی ایمان نہیں جو اپنے عہد کا ایفا نہیں کرتا۔

بقیہ صفحہ ۱۶

ہم سے چھن چکا تھا۔ یہ احمدی کی ہی شان تھی کہ ایک نئے عزم سے نئی منزل کی طرف رواں تھے اور خدا کی رضا کی خاطر دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے خوشی ہر سختی برداشت کر رہے تھے۔ اس لق و دق صحرا میں جہاں سبزے کا کوئی نشان تک نہ تھا۔ خدا کے عبادت گزاروں اور پیاروں سے آباد ہوا۔ پہاڑوں کے سلسلے حیرت زدہ تھے کہ یہ انقلاب کیسا ہے اور پھر یہ انقلاب بھی دیکھا ہے۔ ایک اور ہجرت ہمارا مقدر بن گئی۔ ٹی۔ وی پر حضور کی زیارت ہوئی تو بے اختیار یہ قطعہ زبان پر جاری ہوگیا۔ ؎

تیرا ٹی وی پہ آنا معجزہ ہے
پیامِ حق سنانا معجزہ ہے
کبھی ایسا نہیں دُنیا نے دیکھا
کہے سارا زمانہ معجزہ ہے

مخالفت کے بے پناہ ہجوم میں بھی خدا تعالےٰ نے اپنے چاہنے والوں کو یہ حوصلہ بخشا کہ وہ اس روحانی مشن کو بڑھاتے چلے جائیں اور ٹی وی کو ایک ایسا مؤثر ذریعہ بنا دیا کہ اس سے پہلے میسّر نہ آیا تھا۔ وہ غلط فہمیاں جو احمدیت کے متعلق لوگوں کے دلوں میں تھیں ان کا ازالہ ہوا اور وہ مسائل جن کو غلط رنگ دے کر پیش کیا جاتا تھا اور نفرتیں بڑھتی جاتی تھیں ان کی وضاحت سے دلوں کی کشیدگی دُور ہوتی جا رہی ہے اور بہت سے لوگ اپنی غلطیوں پر نادم ہیں۔ ایم۔ ٹی۔ اے دعوت الی اللہ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری نہ کیا جاتا تو بچوں کو ہم جلسہ سالانہ کی اہمیت کیسے بتا سکتے تھے اور پھر حضور کی زیارت کیسے نصیب ہوتی۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم ہزاروں میل دُور بیٹھ کر بھی جلسہ سالانہ کو دیکھنے پر قادر ہیں۔ اس کے علاوہ صد سالہ جلسہ سالانہ کو ٹی وی پر پیش کرنا وقت کی ایک اہم ضرورت تھی اور اس صدی کا ایک نرالا معجزہ تھا، عالمی بیعت ایک ایسا الہٰی انعام تھا کہ جس سے لاکھوں لوگ مستفید ہوئے اور بہت سوں نے احمدیت قبول کر لی اور اپنی نادانیوں کا اعتراف کیا۔ اور ایک آدمی نے کہا کہ ہم تو آج تک اندھیرے میں رہے کہ اصل بات سے آگاہ نہ تھے۔ عالمی بیعت کا وہ منظر ایک عجیب روحانی اثر لئے ہوئے تھا۔ ایک ہجوم تشنہ جہاں تھا جو روحانی آبِ حیات سے سیراب ہوا اور ایک پروانوں کا وہ جوش تھا کہ خلقت اُمڈ آئی تھی۔ وہ ذوق و شوق کہیں دیکھنے میں نہیں آسکتا۔ لیکن ادب کا خیال بھی تھا کوئی شخص کسی بدنظمی کا مرتکب نہ ہوا تھا۔ وہ دل گداز منظر ہم کیسے بھول سکتے ہیں جب کہ دُنیا کے ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک ہر شخص اس معجزے کو دیکھ رہا تھا۔ عالمی بیعت واقعی خدا تعالیٰ کے اس نشان کی مظہر تھی جو حضرت بانیٔ سلسلہ کو دیا گیا تھا کہ

باقی صفحہ ۲۴ پر

اخبارات و جرائد سے

ہفت روزہ "حرمت" اسلام آباد ۷ ۲ دسمبر ۹۶ تا ۲ جنوری ۷ ۹ء میں مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کا ایک خصوصی انٹرویو شائع ہوا ہے جو "حرمت" کے ایڈیٹر انچیف جناب زاہد ملک نے واشنگٹن (امریکہ) میں لیا- ہفت روزہ "حرمت" کے شکریہ کے ساتھ ہم یہ انٹرویو ذیل میں ہدیہ قارئین کر رہے ہیں- (ادارہ)

واشنگٹن میں دو روزہ قیام کے دوران خواہش پیدا ہوئی کہ کسی ایسی شخصیت سے ملاقات ہو جائے جو پاکستان کی موجودہ اقتصادی صورتحال پر ماہرانہ تبصرہ کر سکے، یعنی آج اقتصادی لحاظ سے پاکستان جہاں آن پہنچا ہے وہ کیسے پہنچا ہے اور یہ کہ اب پاکستان کا مستقبل کیا ہے- پاکستان کے سابق وزیر اعظم جناب معین قریشی واشنگٹن میں نہ تھے- جناب معین قریشی واشنگٹن سے ۱۳ میل دور ایک انتہائی خوبصورت اور جدید مضافاتی علاقہ "نیو لندن ڈرائیو پوٹامک" (New London Drive Potomac) میں رہتے ہیں- ان کی رہائش گاہ کے قریب ہی پاکستان کے موجودہ مالی مشیر جناب شاہد جاوید برکی بھی رہتے ہیں- برکی صاحب ان دنوں واشنگٹن میں تھے لیکن ان سے ملاقات کا فائدہ یوں نہ تھا کہ اب وہ حکومت سے وابستہ ہیں اس لئے ان کی رائے میں جھول ہو سکتا ہے- اسی علاقہ میں پاکستان کے ایک اور نامور سپوت جناب ایم-ایم-احمد بھی رہائش پذیر ہیں- دراصل یہ خوبصورت کالونی عالمی بینک اور آئی-ایم-ایف وغیرہ سے وابستہ سینئر شخصیات ہی پر مشتمل ہے- پاکستان کے ایک سابقہ سفیر سلطان خان بھی یہاں قیام فرماتے ہیں-

جناب ایم-ایم-احمد، صدر محمد ایوب خان کے اہم ترین مشیروں میں سے تھے- ساٹھ کے عشرہ کے اوائل میں سیکرٹری تجارت اور سیکرٹری خزانہ بھی رہے- پھر صدر کے مالی امور کے مشیر مقرر ہوئے- عالمی بینک و دیگر عالمی اداروں سے قرضہ جات کے حصول کے لئے پاکستانی وفد کی قیادت کرتے رہے اور پھر یوں بتدریج ترقی و شہرت کی منازل طے کرتے کرتے ۷۲-۷۴ء میں عالمی بینک کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر مقرر ہوئے- پاکستان اور تیسری دنیا کے بہت سے ممالک کی اقتصادی صورتحال پر اتھارٹی مانے جاتے ہیں-

جناب ایم-ایم-احمد سے رابطہ قائم کیا تو وہ ازراہ کرم ہوٹل میں میرے کمرے میں تشریف لے آئے-

جیسا کہ پاکستان میں بہت سے لوگ جانتے ہیں جناب ایم-ایم-احمد کی شخصیت کا ایک اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ ان کا تعلق احمدیہ جماعت سے ہے اور آج کل وہ امیر جماعت (میں) تحریک احمدیہ کے سربراہ ہیں- قدرتی طور پر ان سے بات چیت کے دوران ان کی جماعت کے معاملات بھی زیر بحث آ گئے اور انہوں نے اس حوالے سے اپنا نقطہ نظر بیان کیا- میرے لئے ان کا یہ انکشاف حیران کن تھا کہ اس وقت امریکہ میں تقریباً ۵۰ ڈاکٹروں کا تعلق ان کی جماعت سے ہے اور امریکہ میں ان کی جماعت کا سالانہ بجٹ چار ملین ڈالر (تقریباً ۱۶ کروڑ روپے) ہے- یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کی اہم شخصیات امریکہ یاترا کے دوران جناب ایم-ایم-احمد سے ضرور ملاقات کرتی ہیں اور یوں اپنی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں- گزشتہ دنوں پاکستان کے سابق چیف جسٹس جناب نسیم حسن شاہ امریکہ تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی جناب ایم-ایم احمد سے ملاقات کی-

س: پاکستان کے سابق صدر جنرل محمد ایوب خان کا دور حکومت پاکستان کا سنہری دور تصور ہوتا ہے- ان کے عہد حکومت میں پاکستان میں تعمیر و ترقی کا غیر معمولی کام ہوا- آپ بھی اس نظام کا حصہ تھے اور سابق صدر کے اعلیٰ صلاح کاروں میں شامل تھے- میں آپ سے یہ جاننا چاہوں گا کہ کیا یہ صدر ایوب کی ذاتی اور شخصی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے ان کے دور میں اس قدر قابل تعریف کام ہوا- غرض یہ کہ اس عہد میں ترقی کا اتنا زیادہ کام ہونے کے پس پردہ کیا عوامل کارفرما تھے؟

ج: ابتداء میں تو میں صوبائی حکومت میں شامل تھا- مجھے انہیں قریب سے دیکھنے کا موقعہ اس وقت ملا جب میں ۱۹۶۲ء میں پہلی مرتبہ مرکزی حکومت بحیثیت فنانس سیکرٹری شامل ہوا- اس وقت حکومت کراچی سے اسلام آباد منتقل ہو چکی تھی- مجھے ان کی جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ان کا ملک و قوم کے لئے گہرا درد تھا- وہ بہت بڑے محب وطن تھے- وہ ملک کی ترقی اور تعمیر کے لئے مستقل طور پر کوشاں رہتے اور قوم کو ترقی یافتہ قوموں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کرنے کے لئے ہمیشہ سوچتے رہتے- وہ پاکستان کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لانا چاہتے تھے- ان کا اپنا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ اپنے سرہانے کے نیچے ایک کاپی اور پنسل رکھتے اور اگر کوئی مفید بات ذہن میں آ جاتی تو اسے اس کاپی میں لکھ لیتے اور کابینہ کی میٹنگ میں زیر بحث لے آتے، بے شک وہ ایجنڈے میں شامل ہو یا نہ ہو-

وہ بہت سادہ زندگی گزارتے اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ وطن کے لئے وقف تھا- جب تک بیماری نے ان پر حملہ نہیں کیا وہ بہت توانائی کے ساتھ ملک و قوم کے لئے کام کرتے رہے- البتہ بیمار ہونے کے بعد انہیں کمزوری نے آ لیا- اوپر سے مشرقی پاکستان کے حالات نے بڑی خرابی پیدا کی- پھر کچھ وزراء کے باہمی اختلافات نے بھی حالات پر گہرا اثر ڈالا- بھٹو صاحب اور نواب آف کالاباغ کے مابین کچھ اختلافات تھے اس سے بھی وہ پریشان تھے مگر اصل کمزوری ان کی بیماری کی وجہ سے آئی- ورنہ بیماری سے پہلے وہ ہر چیز پر مکمل طور پر حاوی تھے اور حالات پر ان کی گرفت بہت مضبوط تھی- دوسرے مسائل بھی اسی لئے پیدا ہوئے کہ بیماری کی وجہ سے ان کا کنٹرول کمزور ہو گیا-

مجھے کبھی کبھی بیرون ملک ہونے والی پرائم منسٹرز کانفرنس میں ساتھ لے جایا کرتے تھے- ایک دن پرائم منسٹرز کانفرنس میں کشمیر کے موضوع پر بحث ہو رہی تھی- دو گھنٹے تک بحث ہوتی رہی- بھارتی وفد کی قیادت مرارجی ڈیسائی کر رہے تھے- وہ کانفرنس کی کارروائی میں سے کشمیر کے ذکر کو گول کر جانا چاہتے تھے لیکن صدر پاکستان نے پورا دباؤ ڈال کر کارروائی میں اسے شامل کرا لیا- ان کا مؤقف تھا کہ جب اس موضوع پر دو گھنٹے تک بحث ہوتی رہی ہے تو پھر اسے کارروائی میں شامل نہ کرنے کا کیا جواز ہے؟ صدر مملکت نے کہا ہم یہ نہیں چاہتے کہ صرف ہمارا مؤقف دیا جائے، آپ نہ ہمارا مؤقف دیں نہ بھارت کا بلکہ اسے اس طرح شامل کریں کہ پرائم منسٹرز کانفرنس میں کشمیر کا مسئلہ زیر بحث آیا اور اس پر دو گھنٹے تک بحث ہوتی رہی اور کانفرنس نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ دونوں ممالک اس مسئلے کو باہمی

افہام و تفہیم کے ساتھ خوش اسلوبی سے طے کر لیں۔

آخر میں کانفرنس کے صدر نے کہا کہ بہت بحث ہو گئی اور ایک چھوٹا سا ڈرافٹ بنا کر صدر کو پیش کیا۔ میں ان کے پیچھے بیٹھا تھا۔ وہ انہوں نے مجھے دیا کہ میں بھٹو صاحب کو دکھاؤں۔ اس ڈرافٹ کا پہلا فقرہ تھا

"Disputes between India and Pakistan came under discussion."

بھٹو صاحب نے "s" کاٹا اور disputes کی بجائے the dispute کر دیا۔

صدر صاحب کہا کرتے تھے کہ ہمیں پروگریسو انڈسٹری لگانے کی ضرورت ہے جس میں مزدوروں کا استحصال نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ زراعت کو بھی ترقی یافتہ بنانا چاہتے تھے۔

انسانی ہمدردی کا جذبہ بھی ان میں بہت زیادہ تھا۔ سکندر مرزا ملک سے باہر تھے جب انہیں ہارٹ اٹیک ہوا۔ صدر صاحب کو پتہ چلا تو شعیب صاحب سے کہا کہ انہیں پانچ ہزار ڈالر بیماری کے اخراجات کے لئے بھیج دیں۔ شعیب صاحب نے کہا کہ ان کی بیگم یہاں پاکستان میں موجود ہیں، میں انہیں کہتا ہوں کہ وہ روپے جمع کرا دیں تاکہ ان کے عوض سکندر مرزا صاحب کو ڈالر بھیجے جا سکیں۔ یہ بات صدر صاحب کو کچھ ناگوار سی گزری۔ وہ کہنے لگے نہیں، میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ ان سے روپے لے کر ڈالر بھیجیں بلکہ اپنی طرف سے بھیج دیں کیونکہ بیماری کے دوران انہیں اخراجات کی شدید ضرورت ہو گی۔

اسی طرح جنرل نذیر تھے جو فیض صاحب والے سازش کیس میں ملوث رہے تھے، ان کے بارے میں جب انہیں پتہ چلا کہ ان کے مالی حالات خراب ہو چکے ہیں تو انہوں نے پنجاب حکومت میں شیخ فضل الٰہی صاحب جن کے پاس زمینوں کے معاملات سے متعلقہ وزارت تھی سے کہا کہ انہیں آٹھ مربعے زمین الاٹ کر دی جائے۔ ان لوگوں کے ساتھ اختلافات بھی آئے اور لوگ بھی تھے لیکن انہوں نے ہر ایک کے ساتھ بے حد انسانی ہمدردی کا سلوک کیا۔

س: اس زمانے میں بہت سے بڑے بڑے لوگوں نے پرائیویٹ سیکٹر میں کارخانے لگائے اور سرمایہ کاری کی۔ یہ فرمایئے کہ وہ کونسی وجوہات تھیں اور وہ کونسی بنیاد تھی جس کے حوالے سے ان لوگوں نے اس وقت کی حکومت کی پالیسیوں پر اعتماد کیا اور نجی شعبے میں بلا جھجک وسیع پیمانے پر سرمایہ کاری کی؟

ج: اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں یقین تھا کہ حکومت کی پالیسیاں مستقل بنیادوں پر استوار ہیں اس لئے وہ کتنی بھی سرمایہ کاری کریں ان کا سرمایہ محفوظ رہے گا۔ پالیسیوں میں تبدیلی یا تزلزل کا تصور ہی کوئی موجود نہیں تھا۔ سیاسی استحکام موجود ہو تو نہ صرف ملک کے اندر بلکہ ملک کے باہر بھی سرمایہ کاروں میں اعتماد موجود رہتا ہے تو اس سیاسی استحکام کی وجہ سے سرمایہ کار حوصلے اور اعتماد کے ساتھ سرمایہ کاری کرتے تھے اور انہیں یقین ہوتا تھا کہ حکومت کی طرف سے انہیں ضروری تعاون حاصل ہو گا۔ اور پھر انہوں نے منصوبوں پر یقینی عملدر آمد کے لئے "چیئرمین پلاننگ کمیشن" کا عہدہ قائم کیا۔ اس کے قیام کا مثبت نتیجہ یہ ہوا کہ منصوبہ بندی کا تمام تر عمل چونکہ صدر کے نام پر ہوتا اور تمام کام کے پیچھے ایک توانا قوت کار فرما ہوتی اس لئے نتائج ہمیشہ غیر معمولی حاصل ہوتے اور حکومتی پالیسیوں پر اعتماد مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہتا۔

س: کیا اس وقت کی حکومت کے پاس مستقبل کے بارے میں اس طرح کا کوئی تصور موجود تھا کہ آئندہ پانچ سال، دس سال یا پندرہ سال میں پاکستان کہاں پہنچے گا۔ آنے والے سالوں میں پاکستان کی کیا شکل و صورت ہو گی۔ کیا حکومت کے سامنے ایسا کوئی ٹارگٹ تھا کہ پاکستان کو کہاں پہنچانا ہے؟

ج: یقیناً تھا۔ نہ صرف ان کے سامنے اس بارے میں ایک واضح تصور موجود تھا بلکہ ورلڈ بینک کے سامنے بھی تھا۔ جب انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تو ورلڈ بینک کے صدر نے انہیں فوراً تار بھیجا اور تار میں لکھا کہ مجھے آپ کی بیماری سے بہت فکر لاحق ہو گیا ہے اگر آپ پانچ سال مزید اس نظام کو چلا سکتے تو پاکستان یقینی طور پر ترقی یافتہ ملک بن جاتا اور اپنے قرض اتارنے کے قابل بن جاتا۔ ان کی سمجھ میں یہ بات آتی تھی کہ اگر پاکستان کو اس نظام کو چلانے کے لئے صرف پانچ سال مزید مل جاتے تو پاکستان کی معاشی صورت حال بہت مضبوط ہو جاتی۔

س: میاں صاحب! آپ صدر ایوب کے دور کی روشنی میں پاکستان کی موجودہ معاشی صورت حال کو کس طرح دیکھتے ہیں؟

ج: پہلی بات تو یہ ہے کہ "احتساب" بالکل نہیں رہا۔ لوگ جو کچھ اپنی مرضی کرتے رہیں ان کا محاسبہ کوئی نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ کہ ڈسپلن کی کمی ہے۔ کام کرنے کے جو قواعد ہیں ان کے مطابق کام کرنے کی اہلیت نہیں رہی۔ تیسری یہ کہ سروسز میں نظم و ضبط نہیں رہا۔ ہمارے وقت میں جو فیصلے ڈپٹی سیکرٹری کر لیتا تھا اب وہ سیکرٹری بھی نہیں کرتا۔ اسی طرح کام کے کسی ایک جگہ مرتکز ہو جانے سے نتائج خاطر خواہ بر آمد نہیں ہوتے۔ پھر کرپشن کی موجودہ صورت حال نے بھی بہت بگاڑ پیدا کیا ہے۔ المختصر کرپشن، احتساب کا فقدان اور امن و امان کی مایوس کن کیفیت وغیرہ کی وجہ سے موجودہ معاشی صورت حال تسلی بخش نہیں۔

س: یہ تو ٹھیک ہے کہ اس وقت انفراسٹرکچر اور امن و امان کا مسئلہ تو ہے لیکن کچھ ایسا تاثر بھی محسوس ہوتا ہے جیسے ہمارے منصوبہ ساز ذہنوں کے پاس کوئی باقاعدہ منصوبہ ہی نہیں، کوئی پلاننگ ہی نہیں، کوئی ٹارگٹ نہیں۔ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ آخر ہمارے ہاں بڑے پیمانے پر صنعت کیوں نہیں لگتی؟

ج: بھٹو صاحب نے جب صنعت کے بارے میں اپنی پالیسی مرتب کی تو ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسا آدمی دے دیں جو اس پالیسی کو اچھے طریقے سے چلا سکے، کامیاب کر سکے۔

س: کہاں سے آدمی دیں؟

ج: ورلڈ بینک سے۔ تو میں نے کہا کہ محبوب الحق صاحب کو لے لیں۔

س: آپ ان دنوں ورلڈ بینک میں تھے؟

ج: جی۔ میں وہاں ایگزیکٹو ڈائریکٹر تھا۔ تو محبوب الحق یہاں سے چلے گئے استعفیٰ دے کر۔ اس سے پہلے بھٹو صاحب یہاں آئے ہوئے تھے۔ ایران کے سفیر اردشیر نے کھانے پر بلایا ہوا تھا۔ وہ کھانے کے بعد ایمبیسی سے ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ وہاں بھی یہی بحث ہوتی رہی۔ پیرزادہ بھی ساتھ تھے۔ پیرزادہ نے ان سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسا آدمی تجویز نہ کریں جو ہماری فلاسفی سے ہم آہنگی نہ رکھتا ہو۔ وہ کہنے لگے کہ آپ مجھے اپنے معاشی نظریات کے حوالے سے اپنے معاشی ڈھانچے کے بارے میں آئیڈیا دیں۔ جب محبوب الحق آیا اور یہ تجویز آئی تو اس پر وزیر خزانہ مبشر حسن نے بہت بڑا تنقیدی نوعیت کا Critical نوٹ لکھا کہ:

"This is entry from back door into economic policy at the level of Deputy Chairman Planning Commis-

sion. This will not be acceptable."

تو بھٹو صاحب اس پر تھوڑے سے پیچھے ہٹے- میں جا کے ملا- میں نے کہا کہ جس understanding پر وہ آیا تھا اس کو بتا دیا تھا- اس نے کہا کہ میں چیئر مین نہیں ہوں گا بلکہ فنانس منسٹر چیئر مین ہو گا- میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ میں نہیں چاہتا کہ اگر میں چیئر مین ہوں اور کل کو کوئی خرابی ہو تو لوگ مجھے مورد الزام ٹھہرائیں- میں نے کہا کہ آپ کو تو بہر حال مورد الزام ٹھہرایا جائے گا لیکن اگر آپ چیئر مین نہیں بننا چاہتے تو نہ بنیں لیکن اس کا فنانس منسٹری کے ماتحت کام کرنے کا خیال بھی درست نہیں- معیشت میں خاطر خواہ کامیابی کے لئے ان کا آزادانہ طور پر کام کرنا ضروری ہے- تو وہ کہنے لگے اچھا- وقار سے کہو مجھ سے بات کریں- میں نے محبوب کے بارے میں پتہ کیا تو وہ لاہور سے جا چکا تھا- واپسی پر مجھے محبوب نے بتایا کہ مبشر مجھ سے کہتے تھے کہ آپ نے دو کام کرنے ہیں ایک تو ٹیکسٹائل کی صنعت کو قومیانہ ہے اور دوسرے یہ کہ میں مڈل کلاس کو ختم کر دینا چاہتا ہوں-

س: مڈل کلاس کو ختم کرنے سے ان کا کیا مقصد تھا؟

ج: مبشر کا خیال تھا کہ غریب طبقے کو آگے لایا جائے اور مڈل کلاس کو درمیان سے یکسر ختم کر دیا جائے، یہ صورتحال تھی-

س: نیشنلائزیشن سے قومی معیشت پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

ج: روپے کی قیمت میں کمی کر دی گئی اس سے پہلے ڈالر کے مقابلے میں ساڑھے سات تھی- انہوں نے گیارہ کر دی- تو جب گیارہ ہوئی تو صدر صاحب نے مجھے بلایا- آئی- ایم- ایف- ٹی کے ساتھ اس سلسلے میں غلام اسحاق خان اور آفتاب قاضی نے بات کی تھی تو صدر صاحب نے مجھے بلایا اور کہا کہ یہ بہت زیادہ ہے- میں اس سلسلے میں بات کروں- میں نے آئی- ایم- ایف- ٹی سے بات کی تو انہوں نے بتایا کہ یہ تو پاکستان کی جانب سے بذات خود کمی کی گئی ہے اور اب تو کچھ نہیں ہو سکتا- میں نے غلام اسحاق خان سے بات کی کہ یہ آپ نے کیوں کیا- اتنی زیادہ کمی کیوں کر دی، یہ تو بہت زیادہ ہے- تو کہنے لگے ہاں میں مانتا ہوں کہ یہ بہت زیادہ ہے- لیکن یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ اگر ڈی- ویلیوایشن کو کامیاب کرنا ہے تو اس میں ایک ڈسپلن اور مخصوص پالیسی کا اپنانا ضروری ہوتا ہے اور یہ گورنمنٹ نے نہیں کرنا تھا، تو میں نے سمجھا کہ بہتر یہی ہے کہ ایک ہی جمپ میں ایسے لیول پر لے جاؤ کہ پھر وہ دوبارہ مستقبل قریب میں جلد ہی روپے کی قیمت میں کمی نہ کر سکیں-

س: یعنی آپ سمجھتے ہیں کہ بھٹو صاحب کی نیشنلائزیشن سے ملکی معیشت کو دھچکا لگا؟

ج: یقیناً- کیونکہ اس سے نہ ڈسپلن رہا اور جو فرد کا مفاد ہوتا ہے وہ بھی غائب ہو گیا- پریشر یہ تھا کہ یہ کام کرلو، وہ کام کرلو، انفرادی قوت کا جو صنعت کے لئے تناسب ہوتا ہے وہ بھی وجود برقرار نہ رکھ سکا اور نہ ہی کسی قسم کے محاسبے کی کوئی شکل رہی-

س: اب آپ کیا سمجھتے ہیں کہ پاکستان معاشی طور پر دوبارہ اپنے پاؤں پر کسی طرح کھڑا ہو سکتا ہے- نیز یہ کہ محبوب الحق صاحب نے جو زرعی اصلاحات تجویز کی تھیں ان کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

ج: پہلی زرعی اصلاحات غالباً ایوب خان کے دور میں ہوئیں- انہوں نے ایک کام یہ کیا تھا کہ انہوں نے ہر سیکٹر کا جائزہ لیا- انہوں نے لینڈ ریفارم کے لئے ایک کمیشن بٹھایا تاکہ جو جو نقائص اور خامیاں ہیں ان کا جائزہ لے کر انہیں دور کرنے کے لئے اقدام کیا جا سکے- اس میں تھوڑی سی گڑبڑ یہ تھی کہ زرعی اصلاحات کو جس حد تک جانا چاہئے تھا اس حد تک نہیں ہوئیں- اور ہاریوں یا کسانوں کو ان سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا کیونکہ بڑے زمینداروں نے اپنی زمینوں کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر لیا اور ان زرعی اصلاحات سے وہ فائدہ نہ ہو سکا جس کے لئے وہ کی گئی تھیں-

س: کیا آپ کوئی ایسا فارمولا پیش کرنا چاہیں گے کہ پاکستان کس طرح ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے؟

ج: میرا خیال ہے کہ فارمولا تو یہی ہو سکتا ہے کہ نمبر ایک ملک کے اندر سیاسی استحکام ہو پھر پالیسیوں میں تسلسل ہو اور اخراجات پر کنٹرول ہو جس طرح ہر محکمے میں ہر سطح پر قومی دولت کا ضیاع ہو رہا ہے وہ کم ہو اور دفاع اور قرضوں کی صورت حال کو کم از کم کنٹرول میں لایا جائے- بے جا اخراجات ختم کئے جائیں اور سب سے اہم بات یہ کہ محاسبے کی کوئی شکل لازماً موجود ہو اگر یہ کچھ کر لیا جائے تو شاید کوئی بہتری کی صورت نکل آئے-

س: ہمارے ہاں سیاسی حکومتیں تو تبدیل ہوتی رہتی ہیں- کیا کوئی ایسی صورت ممکن نہیں کہ جو معاشی پالیسیاں مرتب ہوں- ان کا تسلسل برقرار رکھنے کے لئے ان پالیسیوں کو آئینی تحفظ حاصل ہو جائے تاکہ بیرونی سرمایہ کاروں کا اعتماد بھی بحال رہے-

ج: یہ تو بہت ضروری ہے بیرونی سرمایہ کاروں کو یقیناً یقین دہانی ہونی چاہئے کہ وہ پر اعتماد ہو کر سرمایہ کاری کر سکتے ہیں- دیکھئے نا، ورلڈ بینک نے بھی اس قسم کا یقین دہانی کا نظام قائم کر رکھا ہے کہ جو لوگ نجی سطح پر سرمایہ کاری کرتے ہیں انہیں تحفظ کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے- یہ بہت ضروری ہے اس کے بغیر نہ تو ملک کے اندر اعتماد پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی ملک کے باہر اعتماد پیدا ہو سکتا ہے-

س: آپ کا کیا خیال ہے جس طرح ہم آئی- ایم- ایف اور ورلڈ بینک کے جال میں جکڑے گئے ہیں اس سے کیا ہمارا اقتدار اعلیٰ یرغمال بن کر نہیں رہ گیا؟

ج: ایک حد تک تو یہ بات درست ہے کیونکہ جب ہم قرضہ لیتے ہیں تو اس سلسلے میں جو ان کے نظریات (Concept) ہیں ان کو انہی اقدار اور اپنے نقطہ نظر کو آپ پر جبراً نافذ (Enforce) کرتے ہیں چاہے آپ کے حالات درست ہوں یا نہ ہوں- دوسرے ان کا اپنے مقاصد کے آپ پر نفاذ کا جو طریقہ کار ہوتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے جس سے آپ کی سیاسی آزادی یقیناً متاثر ہوتی ہے اس لئے اصل حل یہ ہے کہ قرضے حاصل نہ کئے جائیں- قرضوں کے بغیر بھی کئی ممالک نے ترقی کی- چین نے بڑی حد تک ترقی کی لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ خود پر ہم لوگ جبر کریں- قربانی دیں اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کریں- جب تک یہ نہیں کریں گے ہم ایک آزاد قوم کی حیثیت سے ترقی نہیں کر سکتے-

س: آپ کافی عرصہ سے امریکہ میں مقیم ہیں- کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وطن عزیز کی تعمیر و ترقی کے سلسلہ میں آپ کوئی کردار ادا کر سکتے ہیں- کیا آپ ایسا محسوس نہیں کرتے؟

ج: یقیناً محسوس کرتا ہوں- اور اس بارے میں، میں تو کیا سبھی محسوس کرتے ہیں- اس میں تو کوئی شک ہی نہیں- ہم ملک سے باہر آکر کچھ خوش نہیں ہیں- ہمارے دل اور ہماری تمام تر توجہ پاکستان میں مرتکز ہے- مگر ہمیں حالات نے ملک سے باہر آنے پر مجبور کر دیا ہے- کم از کم ہماری کمیونٹی کی قیادت کے لئے ملک میں رہنا ناممکن بنا دیا گیا- جو آرڈیننس جاری ہوا اس کے مطابق ایک احمدی کی ہر حرکت جرم کے زمرے میں شامل ہو گئی- وہ معصوم بھی ہو اس نے کوئی قابل اعتراض حرکت نہ کی ہو مگر اسے دھر لیا جائے گا کہ تم غیر مسلم ہو کر مسلمانوں کی طرح کیوں رہتے ہو- اس

بات کی چھ مہینے کے لئے سزا ہے۔ آپ کہیں "السلام علیکم" یا آپ اپنے گھر یا دفتر یا کہیں بھی "اللہ، محمد" یا اس نوعیت کی کوئی پلیٹ نہیں لگا سکتے۔ وہاں اذان پر پابندی ہے میرے خیال میں یہ آرڈیننس نہ صرف غیر اسلامی ہے بلکہ آئین کی روح کے بھی خلاف ہے جس میں تمام اقلیتوں کو مذہبی آزادی کا حق دیا گیا ہے۔ خود قائد اعظم کا جو گیارہ ستمبر ۱۹۴۷ء کا فرمان ہے یہ اس کے بھی خلاف ہے، اس کا کوئی جواز نہیں۔ اور پھر ملک میں اک ایسی فضا پیدا کی گئی ہے کہ بجائے اس کے کہ لوگوں کو متحد کیا جائے لوگوں کو منتشر کرنے اور ایک دوسرے سے دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہماری قومی زندگی کے پچاس سال گزر گئے ہیں مگر ابھی تک ملک کے اندر نہ تو آئینی استحکام آیا ہے اور نہ ہی لوگوں کے درمیان اتحاد کی کوئی صورت بنی ہے۔ جہاں تک ہماری جماعت کا تعلق ہے یہ اپنی خوشی سے باہر نہیں آئی۔ اسے ملک چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے لیکن اس سب کے باوجود ہمیں جب بھی کوئی موقع ملتا ہے ہم پاکستان کے لئے ضرور کام کرتے ہیں اور جو کچھ ممکن ہوتا ہے وہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر تین چار مثالیں دیتا ہوں۔ ہماری تعلیم ہماری رگوں میں اور ہمارے خون میں سرایت کر چکی ہے وہ یہ کہ ملک کے ساتھ ہر صورت میں وفاداری کو نبھانا ہے تو ایک دفعہ لندن میں ایک کانفرنس ہوئی تھی اس کے بعد پریس کانفرنس ہوئی جس میں ایک امریکی ڈاکٹر تھے۔ ڈاکٹر مظفر احمد وہ مسلمان ہو گئے تھے یہ ان کا اسلامی نام تھا۔ انہوں نے سوال کیا کہ اب جبکہ پاکستان میں اس کمیونٹی کے خلاف اقدام ہو چکا ہے تو کیا آپ یہ مناسب نہیں سمجھیں گے کہ اپنے ایم۔ این۔ اے اور سینیٹرز حضرات سے کہیں کہ وہ پاکستان کی ایڈ (Aid) بند کرنے کے لئے تجویز دیں تو اس کا انہوں نے بڑا خوبصورت جواب دیا۔ اس نے کہا ہم پاکستان کے خلاف نہیں ہیں۔ پاکستان کے حق میں ہیں۔ ہم صرف اس پالیسی کے خلاف ہیں جو ہمارے نزدیک اسلام کے خلاف ہے، آئین کے خلاف ہے، ملک کے بانی کے خلاف ہے اور جو انسانی حقوق کے خلاف ہے، ہم اس پالیسی کے خلاف کوشاں رہیں گے۔ لیکن ہم ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جو پاکستان یا پاکستان میں رہنے والوں کے لئے کسی طرح سے ذرا بھی نقصان کا باعث ہو۔ یا پھر حال ہی میں پریسلر ترمیم کے خلاف جو براؤن ترمیم کے لئے کوشش ہوئی تھی تو اس وقت مجھے بھی Embassy نے کہا کہ میں بھی اس سلسلے میں کوشش کروں۔ تو میں نے اس وقت بڑی بھرپور کوشش کی تھی۔ یہاں تک کہ پاکستانی کمیونٹی اور تمام متعلقہ حلقوں میں خاصی دھاک بیٹھی اور حیرت سے لوگوں نے کہا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ یہ ملک کے خلاف ہیں لیکن انہوں نے تو ملک کے لئے بڑا کام کیا ہے اور جان کی بازی لگا کے جدوجہد کی ہے۔

س: آپ نے ذاتی طور پر اس میں کوئی کردار ادا کیا ہو؟

ج: جی ہاں! ذاتی طور پر بھی کیا۔ اور ہماری جماعت کی یہاں کوئی چالیس کے قریب کمیٹیاں ہیں۔ ان سب کو لکھا کہ اپنے اپنے ایم۔ این۔ اے حضرات کو اور سینیٹرز کو کہیں کہ وہ اس سلسلہ میں اپنا اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں اور کام کریں۔ خاص طور پر ۱۴ ممبرز کو جن کی کمیٹی بیٹھی تھی ان پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اس سلسلے میں بھرپور کوشش کریں۔ میرے اپنے امریکن دوست تھے گورنر ریٹائرڈ۔ ان سے میں نے بات کی ان کی میں نے پریسلر سے بات کرائی۔ اس حوالے سے جو سب سے زیادہ مؤثر آدمی تھا وہ ری پبلیکن تھا اور یہ بھی ری پبلیکن تھے۔ میں نے ان سے بھی کہلوایا۔ تو اس نے کہا کہ تم فون کر کے آ جانا اور میں اس سلسلہ میں بھرپور کوشش کا وعدہ کرتا ہوں۔ اسی طرح میرے ایک اور پروفیسر دوست تھے۔ مجھے کہنے لگے کہ تم کیوں کرتے ہو جب تمہارے خلاف اس قدر زہر اگلا جاتا ہے تو پھر تم کیوں اس قدر کوشش کر رہے ہو تو میں نے ان سے کہا کہ ہماری مخالفت گورنمنٹ کی پالیسی سے ہے لیکن ہماری مخالفت کا کوئی بھی اور ذرا سا بھی حصہ پاکستان کے خلاف نہیں ہے۔ ہم ملک کے اتنے ہی وفادار ہیں جتنا کسی بھی محب وطن کو ہونا چاہئے۔ ہم ملک کے مفاد کے لئے ہمیشہ سے کام کرتے آئے ہیں اور جہاں بھی ضرورت پڑے گی ہم کام کریں گے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ فیلڈ مارشل ایوب خان مجھے کہنے لگے کہ اگر کوئی شخص چیخ چیخ کر سو دفعہ کہے کہ یہ جو احمدی ہیں یہ ملک کے خلاف ہیں تو میں اس پر ایک سیکنڈ کے لئے بھی یقین نہ کروں گا۔ کہنے لگے کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران میں نے ایک بہت ہی خطرناک مشن پر بھیجنے کے لئے دس آدمیوں کو بلایا اور کہا کہ جس مشن پر آپ کو بھیجا جا رہا ہے وہ اتنا خطرناک ہے کہ اس میں زندہ بچ کر واپس آنے کا امکان صرف دس فیصد ہے جبکہ ۹۰ فیصد امکان یہی ہے کہ وہ واپس نہیں آئیں گے تو پہلا آدمی جس نے اثبات میں فوراً ہاتھ اٹھایا وہ احمدی تھا۔

س: کون صاحب تھے وہ؟

ج: منیب نام تھا اس شخص کا۔ وہ پائلٹ تھا۔ تو کہنے لگے کہ ایسی صورت حال میں، میں کیسے یقین کر لوں کہ احمدی ملک کے دشمن ہیں۔ اسی ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بہت سے احمدیوں نے اپنی جانیں دیں۔ الزامات کا کیا ہے وہ تو لوگ لگاتے ہی رہتے ہیں۔ کبھی کسی کا ایجنٹ بنا دیتے ہیں کبھی کسی کا۔ لیکن احمدیوں نے ہمیشہ ملک کے لئے قربانیاں دیں۔ آپ ڈاکٹر عبدالسلام کو لے لیجئے۔ انہیں جو اعزاز ملا انہوں نے وہ ملک کے لئے وقف کر دیا اور حکومت سے کہا کہ اسے تعلیم کی ترقی اور دوسرے مقاصد کے لئے استعمال کریں۔ مجھے ایک دن کہتے ہیں کہ مجھے اعزاز ملا ہے اور مجھے بھارت کی طرف سے بار بار پیغام آ رہے ہیں کہ تم یہاں آؤ ہم تمہیں ہر طرح سے نوازیں گے لیکن میں پاکستان میں جب تک نہ جاؤں گا مجھے یہ بڑا ناگوار گزرتا ہے کہ میں کسی اور ملک کی دعوت قبول کر لوں اور ساتھ ہی انہوں نے اپنی وفات تک پاکستانی شہریت قائم رکھی۔ انگریزوں نے بھی انہیں بار بار اس طرح کی شہریت دینے کی دعوتیں دیں لیکن انہوں نے ہمیشہ اپنے ہی ملک کا شہری رہنے کو ترجیح دی۔ ہمیشہ اپنے ملک کا مفاد عزیز رکھا۔ یہ ایک قومی جذبہ ہی تھا جس کا انہوں نے ہمیشہ پاس رکھا۔

س: میاں صاحب ہمارے ہاں احمدی حضرات تقریباً ہر ادارے میں بہت اچھے معیار کے ساتھ نہایت آرام دہ زندگی گزار رہے ہیں، حکومت میں بھی ہیں، فوج میں بھی ہیں اور کاروبار میں بھی بہت سے لوگ ہیں مگر ایسا کبھی دیکھنے میں نہیں آیا کہ ان کا دائرہ حیات تنگ ہو تا جا رہا ہو اور پاکستان میں ان کے لئے زندگی گزارنا مشکل کر دی جائے؟

ج: خیر ایسا بھی نہیں۔ بہت سی کہانیاں ایسی موجود ہیں جیسے میں نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پڑھے لکھے لوگوں میں نہ ہو لیکن ان پڑھ لوگوں میں اور جو ملاؤں کے زیر اثر آتے ہیں ان میں شدید تعصب موجود ہے۔ ابھی پچھلے دنوں انہوں نے ایک احمدی کو قتل کر دیا ہے۔ یہ صوبہ سرحد میں واقعہ رونما ہوا ہے۔ اسی طرح تین چار ہزار کیس .... کے ہیں۔ کوئی ۲۱، ۲۲ احمدی شہید کئے گئے ہیں۔ ایک کیس اس طرح ہوا کہ ایک ڈاکٹر تھا حیدر آباد میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میرا بیٹا سخت بیمار ہے آپ اسے گھر جا کر دیکھ لیں۔ ڈاکٹر نے کلینک میں موجود اپنے مریضوں سے معذرت کی کہ میں اس کے بیٹے کو دیکھ آؤں کیونکہ اس کی حالت زیادہ خراب

ہے- واپس آکر آپ کو دیکھتا ہوں- اس طرح وہ بندہ ڈاکٹر کو اپنے ساتھ گھر لے گیا اور گھر جاکر اسے شوٹ کر دیا- اس قسم کے بہت سے واقعات ہوئے ہیں-

میں نے تو انہیں تجویز دی تھی کہ اس آرڈیننس کو اگر ختم نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا ضرور کریں کہ پینل کوڈ میں جو پروویژن ہے اس قسم کے مقدمات کے اندراج کی جن کا تعلق مذہب سے ہو، وہ براہ راست تھانے میں درج نہ کرائے جائیں بلکہ وہ ہوم سیکرٹری کے پاس درج کرائے جائیں- پھر ہوم سیکرٹری دیکھے کہ کیا درج کرائے گئے مقدمے میں اتنی قوت ہے کہ اسے عدالت میں سماعت کے لئے پیش کیا جائے- اس سے کم از کم یہ تسلی تو ہوگی کہ وہی مقدمات زیر سماعت آئیں گے جن میں واقعتاً کچھ حقیقت ہوگی- کچھ مقدمات ایسے ہیں جو دس دس سال سے پڑے ہوتے ہیں اور پیشیاں پڑتی رہتی ہیں- مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ ان کا صرف وقت اور پیسہ ضائع ہو- اس طرح کے مقدمات ہزاروں کی تعداد میں ہیں- بھٹو صاحب سے میں ملا- انہوں نے مجھے ۷ جنوری کو بلایا میں پاکستان گیا ہوا تھا- کہنے لگے کہ دیکھو میں نے الیکشن کا اعلان کر دیا ہے، ہم سے یقیناً کچھ غلطیاں ہوئی ہیں لیکن اگر ہم ایسا نہ کرتے تو ملک میں بڑا ہنگامہ ہوتا-

س: یہ کب کی بات ہے؟

ج: ۱۹۷۷ء میں- جنوری کی سات تاریخ تھی-

س: اسلام آباد میں ملے تھے؟

ج: جی ہاں! اسلام آباد میں- کہنے لگے کہ جب یہ ہوا تو اس وقت موقع ہی ایسا پیدا ہو گیا تھا کہ مجبوری تھی لیکن میں اب نہیں چاہتا کہ مزید اس قسم کا کوئی قدم اٹھایا جائے-

س: کیا انہوں نے پچھتاوے کا اظہار کیا؟

ج: ان کا معذرت خواہانہ انداز تھا کہ یہ جو کچھ ہوا دراصل نہیں ہونا چاہئے تھا- یہ غلطی ہو گئی- بلکہ انہوں نے مجھ سے باقاعدہ معذرت چاہی اور آئندہ انتخابات میں ان کی مدد کرنے کی اپیل کی- ایک شخص رفیع رضا تھے کراچی کے- انہوں نے بھٹو صاحب سے کہا کہ دیکھئے انہوں نے آپ کے الیکشن کے لئے اتنا کام کیا ہے، اگر آپ نے اب بھی ان کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو آپ سے بڑا احسان فراموش اور کوئی نہیں ہوگا-

انہوں نے بھٹو صاحب سے کہا کہ آپ نے مجھے بلایا ہے- آپ ملک کے سربراہ ہیں اور میں ایک عام آدمی ہوں- آپ نے بلایا ہے تو میں آ گیا ہوں لیکن میری غیرت یہ برداشت نہیں کرتی کہ جو غیر منصفانہ سلوک آپ نے جماعت کے ساتھ کیا ہے اس کے ہوتے ہوئے میں آپ کے گھر میں آؤں اور چائے پیوں- بھٹو صاحب کو اس طرح کہنا یقیناً بہت ہی جرأت کی بات تھی- یقیناً یہ غیر معمولی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ تھا-

س: میں سمجھتا ہوں کہ ریکارڈ کے مطابق دو تین حوالوں سے آپ کی جماعت نے انہیں سپورٹ تو کیا-

ج: لیکن ہم ووٹ نہیں دیتے- وہ کہتے ہیں کہ پہلے اپنے آپ کو غیر مسلم کہو پھر تم سے ووٹ لیں گے-

س: آپ کا عالمی ہیڈ کوارٹر جو ہے وہ برطانیہ میں ہے- آپ کیا سمجھتے ہیں کہ پاکستان سے آنے کے بعد کام کرنے کے حوالے سے برطانیہ کی فضا آپ کے لئے موزوں اور موافق ہے یا نہیں؟

ج: یہ درست ہے کہ برطانیہ میں عارضی ہیڈ کوارٹرز ہونے کی وجہ سے جو رابطے کی سہولتیں ہیں وہ فائدہ مند ثابت ہو رہی ہیں اور جماعت نے جو ایک پروگرام شروع کر رکھا ہے وہ ساری دنیا میں دیکھا جاتا ہے، اب ۲۴ گھنٹے جاری رہتا ہے-

س: اس پروگرام کا کیا نام ہے؟

ج: "مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹر نیشنل"- اس وجہ سے اس جانب بیعتوں کا رجحان بہت بڑھ گیا ہے، پچھلے سال ۱۶ لاکھ بیعتیں ہوئیں- پہلے سال ۲ لاکھ تھیں، پھر چار لاکھ، پھر آٹھ لاکھ اور اب سولہ لاکھ- اور سینی گال میں تو پارلیمینٹ کے چھبیس ممبران ہیں- اور گھانا میں کوئی آٹھ ملین لوگ ہیں اور وزیر وغیرہ ہیں-

س: کیا یہ درست ہے کہ برطانیہ اور امریکہ وغیرہ آپ کی جماعت کی مالی طور پر سرپرستی کرتے ہیں؟

ج: قطعاً نہیں- کوئی سرپرستی نہیں- تمام اخراجات جماعت کے لوگ خود برداشت کرتے ہیں- عارضی طور پر ہمارا ہیڈ کوارٹر برطانیہ میں ہے لیکن دنیا بھر کے لئے ہماری ساری خط و کتابت ربوہ ہی کے نام پر ہوتی ہے- کیونکہ بہر حال ہمارا اصل ہیڈ کوارٹر تو وہی ہے- سینی گال میں ہمارا سنٹر ۱۹۸۹ء میں قائم ہوا تھا- وہاں ہم نے ۲۰ مارچ ۱۹۸۹ء کو جماعت کی ایک تقریب منعقد کی- اس وقت تک سو سال مکمل ہو چکے تھے- جو ہمارے بانی ہیں انہوں نے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو بیعت لی- یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۲۳ مارچ کی تاریخ ہماری زندگی میں بھی ایک اہم مقام رکھتی ہے- بہر حال ہم جہاں بھی ہوں ہمارا دل پاکستان کے لئے دھڑکتا ہے- ہم جہاں بھی ہوں اپنے وطن کی خدمت کرتے رہیں گے- غلط فہمیاں بالآخر دور ہو جائیں گی-

(ہفت روزہ "حرمت" پاکستان ۲۷ دسمبر ۹۶ء تا ۲ جنوری ۹۷ء صفحہ ۷ تا ۱۲ اور ۴۴)

صفحہ ۱۸ سے آگے

"میں تیری ..... (دعوت) کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

غرض ایم۔ٹی۔اے ایک طرف ہماری روحوں کی تسکین کا باعث ہے تو بھولے بھٹکوں کا رہنما بھی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ احمدی افراد بچے ہوں یا بڑے سب کی تربیت کا بہترین ذریعہ ہے اور حضور سے ملاقات کا بھی۔ اور دلوں سے نفرت کے زنگ دور کرنے کا ایک مؤثر اقدام ہے وہ لوگ جو حالات کی ستم ظریفی سے مایوسی کا شکار رہتے انہیں ایک نیا اندازِ فکر ملا ہے اور ان میں جینے کی اُمنگ پیدا ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ ایم۔ٹی۔اے زیادہ سے زیادہ ترقی کرے۔ یہ اس صدی کا ایک نرالا معجزہ ہے۔ جسے زمانہ ہمیشہ یاد رکھے گا۔ اور احمدیت کی ترقی و ترویج کے لئے ایک نیا راستہ ہے۔

ہماری دُعا ہے کہ احمدیت اسی طرح راہِ ترقی پر گامزن رہے اور ہم جو ہجر و فراق کی سختیوں کو جھیل رہے ہیں۔ ہماری دُعاؤں کو قبولیت بخش دے اور پھر وہ دن آئیں جب ہم اپنے مشفق و مہربان اور پیارے حضور کو اپنے درمیان دیکھیں۔

دنیائے عیسائیت کی تازہ خبریں

اور سنسنی خیز انکشافات

(دوست محمد شاہد۔مؤرخ احمدیت)

رسالہ "کلام حق" گوجرانوالہ "راسخ الاعتقاد مسیحیت کا (پاکستان میں) واحد علمبردار" ماہنامہ ہے جو اس کے بانی ڈاکٹر پادری کے۔ایل ناصر ایم۔اے آنرز کی وفات کے بعد پادری نسیم عبدالقیوم اور پادری سلیم مسیح صاحبان کے زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔اس رسالہ نے سال نو کے پہلے شمارہ (جنوری ۱۹۹۷ء) میں عیسائی دنیا کی تازہ سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑے سنسنی خیز انکشافات کئے ہیں جو ذیل میں اضافہ معلومات کی غرض سے ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

امریکن مشن کا سب سے بڑا دھوکہ اور فراڈ

رسالہ "کلام حق" نے برصغیر پاک و ہند کی کلیسیاء کے ساتھ امریکن مشن کے سب سے بڑے دھوکہ اور فراڈ کا انکشاف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ہندوپاک میں دیسی کلیسیاء قائم کرنے کے لئے بیرون ملک اور اندرون ملک سے چندے اور فنڈز فراہم کئے گئے۔جن سے زمینیں خریدی گئیں، عمارات تعمیر ہوئی ہیں، یہ سب کچھ دیسی کلیسیاء کے لئے تھا۔

لیکن افسوس مشنریوں کی اس حرکت پر کہ انہوں نے ۱۸۹۵ء کو سیالکوٹ مشن کو رجسٹرڈ کروایا جو مقامی کلیسیاء کے ساتھ ایک پہلی بڑی سازش تھی کہ تمام فنڈز دیسی کلیسیاء کے نام پر منگوائے گئے لیکن اس پیسے سے جو زمینیں خریدی گئیں اور عمارتیں تعمیر کیں اور ان میں سکولز، کالجز، ہسپتال، چرچز، پاسٹر ہاؤسز، مسیحی ریڈنگ روم اور لائبریریاں، ڈسپنسریاں، قبرستان سب کی رجسٹریاں اپنے نام پر کروالیں۔ ماسوائے چند ایک پاسٹر ہاؤسز اور چرچز اور قبرستان کے مشنری اب بھی زبانی جمع خرچ کہتے ہیں کہ یہ پاکستانی کلیسیاء کی جائیدادیں ہیں۔لیکن ہیں تو ان کی جن کے نام پر رجسٹریاں ہیں۔

یہ امریکن مشن کا مقامی کلیسیاء کے ساتھ سب سے بڑا دھوکہ اور فراڈ ہے۔تمام ہبے، وثیقہ جات، رہن، پٹے، سیالکوٹ مشن فارن بورڈ آف مشن، مشنری سوسائٹی وغیرہ کو اپنے نام پر کرائے ہوئے ہیں جو کہ غلط ہیں، اور سراسر غلط ہیں۔

جس طرح مشن نے کلیسیاء کو آباد کیا اسی طرح اب مشن بربادی بھی کر رہی ہے۔چونکہ زمینیں جو چرچ اور کلیسیاء کے استقامت کے لئے خریدی گئیں خود انہیں فروخت کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور اب تک جاری ہے مثلاً شکر گڑھ، ظفروال، پسرور، بدوملہی، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، مارٹن پور، خانقاہ ڈوگراں، شیخوپورہ، فیصل آباد، سرگودھا، بھیرہ، ملک وال، راولپنڈی، اٹک، کیمبل پور، بھلوال، ایبٹ آباد، حسن ابدال وغیرہ۔

لیکن ان فروخت شدہ زمین کا پیسہ کہاں ہے اور اسی پیسے سے اپنی عیش کر رہے ہیں لیکن چرچ کو دینے کا نام نہیں لیتے ہیں۔" (صفحہ ۸)

مغربی ممالک کے مسیحی سکالرز کے جدید نظریات

امریکہ اور یورپ کے مسیحی سکالرز کے ذریعہ بائبل اور عیسائیت کے بارے میں جو جدید نظریات منظر عام پر آ رہے ہیں انہوں نے دنیا بھر کی کلیسیاء خصوصاً پاکستان کے عیسائیوں میں صف ماتم بچھادی ہے۔اس سلسلہ میں رسالہ "کلام حق" کی چیخ پکار سنئے:

"افسوس کہ موجودہ صدی میں مغربی ممالک کے چند نام نہاد علماء کو اپنی علمیت کے پرچار کے لئے خدا کے زندہ کلام پر طبع آزمائی کا شوق چرایا۔لہٰذا بجائے اس کے یہ لوگ مسیحیت کے پرچار کے لئے اپنا وقت وقف کرتے اور 'کلام مقدس' کی تبلیغ کے کام کو اور آگے بڑھاتے۔ان لوگوں نے اپنے پر آسائش دفاتر میں ہی بیٹھے رہنے کو ترجیح دی اور چونکہ ان کے پاس کرنے کے لئے کوئی کام نہیں تھا یعنی ان کا دماغ فارغ تھا۔لہٰذا ان کے دماغوں پر شیطان نے اپنا قبضہ جمالیا اور یہ نیا شیطانی گروہ "کلام مقدس کا محقق" بن گیا جو کلام ہزاروں برسوں سے دو بڑے مذاہب یہودیت اور مسیحیت کے علماء کے نزدیک مستند مانا جاتا تھا اور اب بھی مانا جاتا ہے (پرانا عہد نامہ اہل یہود و مسیحیت اور نیا عہد نامہ مسیحیت میں) اس کو تختہ مشق بنانا شروع کر دیا۔یہ کہا جانے لگا کہ فلاں آیت بائبل کا حصہ نہیں، فلاں لفظ کا ترجمہ غلط ہے۔انبیاء قدیم کے صحائف کو ان کی تحریرات تسلیم کرنے سے انکار اس ناپاک کام کا آغاز تھا۔جیسے جیسے وقت گزرتا گیا۔یہ نام نہاد فارغ الدماغ علماء اپنی ناپاک سرگرمیوں میں بے شرمی کی حد تک آگے بڑھ گئے لیکن جس طرح شیطان نے اپنے ناپاک فرشتوں کو پیدا کیا۔خدا نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے بندے برپا کئے تاکہ اس ناپاک کام کو روکا جائے اور خداوند مسیح کی کلیسیاء کو اس شیطانی تعلیم سے بروقت متنبہ کیا جائے۔خدا کے ان بندوں میں ڈاکٹر کارل میکنائر، ڈاکٹر بلی گراہم، ڈاکٹر فال ویل، ڈاکٹر ہالو پیٹر، ڈاکٹر کے۔ایل ناصر، ڈاکٹر کارل بیکر، ڈاکٹر رائٹ جیسے بے شمار مبلغین و مفسرین شامل ہیں جو دنیا بھر میں کلام مقدس پر حملہ آور شیطانی قوتوں کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں یا ڈٹ جاتے رہے۔

کلام مقدس پر جو حالیہ ناپاک حملے ہوئے ہم اس کی تفصیل شائع کرتے ہوئے بھی شرم محسوس کر رہے ہیں لیکن پاکستانی کلیسیاء تک حقیقت پہنچانا بھی ضروری ہے۔ہمیں یہ مشکل کام اس لئے بھی کرنا پڑتا ہے کہ دیگر اکابرین کلیسیاء و راہنما اپنی نامعلوم مجبوریوں کے باعث اس خطرناک صورت حال پر خاموش ہیں اور غالباً نا چاہتے ہوئے بھی اس بدعتی تعلیم کے ماننے اور پھیلانے والوں کے ساتھ عالمی سطح پر الحاق پر مجبور ہیں ان میں ورلڈ کونسل آف چرچز اور پریسبٹیرین چرچ یو۔ایس۔اے نمایاں نام ہیں۔یہ انجمنیں عالمی سطح پر "بدعتی بائبل" R.S.V ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورژن، گڈ نیوز بائبل، گڈ نیوز فار ماڈرن مین اور دیگر تراجم کو مستند مانتے ہیں۔جن میں مقدسہ مریم کو کنواری کے بجائے "جوان عورت" لکھنے کے علاوہ کئی آیت مقدسہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔" (صفحہ ۴، ۵)

عیسائیت میں نئی شرمناک اور ملعون تحریکات

رسالہ "کلام حق" عیسائیت میں جنم لینے والی بعض نئی بدعتوں اور شرمناک تحریکات پر روشنی ڈالتے ہوئے اور ان کے علمبرداروں کو "ملعون لوگ" قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"نئی بدعات میں امریکی "تحریک نسواں" جیسی بدعت میں PCUSA کی خواتین سرگرمی سے حصہ لیتی ہیں- PCUSA کی نمایاں خواتین میری این لنڈی، باربرا روش سمیت بڑی تعداد میں خواتین تحریک نسواں میں PCUSA کی نمائندگی کر چکی ہیں اور ان کے خیالات سے متفق ہیں- اب دیکھتے ہیں کہ یہ "تحریک نسواں" مسیحیت کے نام پر کیا گل کھلا رہی ہے-

۱- خدا کے لئے مذکر کا صیغہ ان کے نزدیک حقوق نسواں کی نفی ہے- لہٰذا انہوں نے اپنے لئے ایک دیوی godess بنالی جس کا نام صوفیہ ہے- ان کی اپنی ہی دعا ہے جو وہ "صوفیہ دیوی" سے مانگتی ہیں- جس میں اخلاق سے گرے ہوئے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو قابل اشاعت نہیں اس دعا کی ابتداء کچھ یوں ہے "اے ہماری خالق صوفیہ، ہم عورتیں جو تیری صورت پر بنی ہیں ...... باقی ناقابل اشاعت-

۲- PCUSA کی ہم جنس پرست عورت لیڈر Jane Spahr نے تحریک نسواں کے پلیٹ فارم پر جو مقالہ پڑھا اس کا عنوان تھا "کلیسیاء کی ہم جنس پرست خواتین کی پیغمبرانہ آواز"- یہ عورت مختلف کلیسیاؤں کا دورہ کرتی ہے تاکہ رائے عامہ کو ہم جنس پرستوں کے Ordination (مخصوص بطور پادری) کے لئے آمادہ کرے- اس کا کہنا ہے کہ اس کی تھیالوجی یہ ہے "اپنی ساتھی کے ساتھ ہم جنسی ...... مزید گوہر افشانی کرتی ہے اور کلیسیاء کو چیلنج کرتی ہے کہ "جنسیت" اور روحانیت کو اکٹھا یا ہم جا کر نا پڑے گا اور کلیسیاء ہم تمہیں یہ سکھا دیں گے"-

Sexuality and Spirituality have to come together and church. We are going-to teach you.

تحریک نسواں کے لئے PCUSA نے ۶۶ ہزار ڈالر کی گرانٹ دی-

ہم دوبارہ کلام مقدس سے کھیلنے والے شیطانی عالموں کی طرف آتے ہیں- ایک ایسے ہی امریکی بنام Bill Moyers نے اپنی ہی طرح کے دیگر افراد کے اجلاس میں پیدائش کی کتاب پر تحقیق کرتے ہوئے کہا- پیدائش کی کتاب دیومالائی نوعیت کی ہے- خدا کا کردار، عمل اور رد عمل، تخلیق و تباہی، برکت و لعنت کی وجہ سے ایسا لگتا ہے کہ وہ ایک ایسا معبود ہے جس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے ذہن میں کیا ہے- حوالہ ٹائم میگزین اکتوبر ۲۸، نیوز ویک اکتوبر ۲۱، اور نیویارک ٹائم اکتوبر ۲۰، ۱۹۹۶ء کرسمس ۱۹۹۵ء کے حوالے سے نیویارک ٹائم اخبار، انہیں شیطانی علماء کے حوالے سے لکھتا ہے کہ "جو کچھ متی اور لوقا نے مسیح کی پیدائش کے متعلق لکھا اس میں صرف اتنی ہی حقیقت ہے کہ ایک بچہ پیدا ہوا، کوئی فرشتہ نظر نہیں آیا، نہ چرواہے تھے نہ مجوسی، نہ چرنی نہ ہی دو سال عمر کے بچوں کا قتل، کوئی مصر نہیں گیا- ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا- یہ بعد کی بنائی ہوئی کہانیاں ہیں- اگست ۱۹۹۶ء میں نیویارک ٹائم نے اپنی ۲۲ اگست کی اشاعت میں لکھا "مسیح پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں، بت پرست مذاہب میں بھی نجات ہے- روح القدس ہر مذہب میں کام کر رہا ہے- مسیحیت ایک مردہ مذہب ہے اور یہ کہ یسوع ایک جھوٹا ہی تھا-"

جیس سیمینار Jesus Seminar کے شیطانی عالموں کے مطابق مسیح مردوں میں سے زندہ نہیں ہوا، مسیح میں کوئی قدرت نہیں تھی اور مسیح کی لاش جنگلی جانور کھا گئے- مسیح کی قبر اس لئے خالی تھی کہ اس کی نعش صلیب کے پاس ہی جنگلی کتے کھا گئے تھے

(ایسٹر ۹۵ء کے موقع پر امریکی رسالہ 'نیوز ویک' اخبار یو-ایس نیوز اور ورلڈ رپورٹ)

ہم یہ سب کچھ لکھ کر پاکستانی کلیسیاء کو دکھ دینا نہیں چاہتے تھے- بے شک یہ تمام مواد ہمارے پاس موجود ہے- لیکن ہمارے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ مسیحیت کے دشمنوں کو بے نقاب کیا جائے- ورلڈ کونسل اور اس سے ملحق کلیسیاؤں کے راہنماؤں سے جواب طلبی کی جائے- PCUSA سے پوچھا جائے کہ کیا وہ مقدس پولس رسول کے الفاظ بھول گئے ہیں- اگر وہ ان بدعات سے واقف نہیں تو ہم نے حقیقت واضح کر دی ہے اب وہ ورلڈ کونسل اور PCUSA سے وضاحت طلب کریں اور اگر ان بدعات کے متعلق ان کو علم ہے تو اس پر ورلڈ کونسل آف چرچز اور PCUSA سے احتجاج کیا گیا؟ اگر نہیں تو یہ غفلت مجرمانہ کیوں؟ آپ یہ کہہ کر جان نہیں چھڑا سکتے کہ ہم ان بدعات کو نہیں مانتے- اگر نہیں مانتے تو ورلڈ کونسل آف چرچز اور PCUSA کے ساتھ رہنے کا کیا جواز ہے-

مقدس پولس رسول نے فرمایا ہے کہ "لیکن میں نے تم کو درحقیقت یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی بھائی کہلا کر حرامکار، لالچی، بت پرست یا گالی دینے والا یا شرابی یا ظالم ہو تو اس سے صحبت نہ رکھو- بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا-" (۱- کرنتھیوں ۵: ۱۱)-

ورلڈ کونسل آف چرچز اور PCUSA سے تعلق رکھنے والوں کی نظر سے کلام کا یہ حصہ کیوں نہ گزرا؟ آپ ان بت پرستوں، حرامکاروں، لالچی و گالی دینے والے شرابیوں اور ظالموں کا ساتھ کیوں دے رہے ہیں-

(یہ علماء اپنی نام نہاد علمیت اور نظریات کی وجہ سے بھائی کہلاتے ہیں- ان تمام گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں-)

مقدس پولس رسول کے قول کے مطابق "اس نئی تحقیق (خوشخبری) کو پھیلانے والے اور اس کو قبول کرنے والے اور ان سے تعلق رکھنے والے سب **ملعون** ہیں-" (صفحہ ۵، ۶)

دنیا بھر کے عیسائیوں کیلئے لمحہ فکریہ

کلام حق کے مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ حقیقت بھی بالکل کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ملعون یا لعین کا لفظ شیطان اور اس کے چیلوں، بدمعاشوں اور غنڈوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر خدا کے برگزیدہ بندوں کے لئے اس کا استعمال سراسر گستاخی ہے مگر افسوس صد افسوس کہ دنیا بھر کے تمام عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ "مسیح ہمارے لئے لعنتی بنا" (گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳) اس ملعون لفظ کو حضرت مسیح جیسے برگزیدہ رسول کی طرف منسوب کرنا اس مقدس نبی کی خطرناک توہین ہے- سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اگست ۱۸۹۹ء میں ملکہ وکٹوریہ کو اس ظالمانہ، اخلاق سوز اور ناپاک عقیدہ کی طرف بھی توجہ دلائی چنانچہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

مجلس سوال و جواب

مجلس سوال و جواب منعقدہ ۳ جنوری ۱۹۹۷ء کی مکمل روداد ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر افادہ احباب کے لئے پیش کر رہا ہے۔ اسے مکرم یوسف سلیم ملک صاحب نے کیسٹ سے مرتب کیا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔
ملاقات کی یہ مجلس چونکہ نئے سال کی پہلی مجلس تھی اس پروگرام میں شریک ہونے والوں اور ناظرین کی طرف سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی خدمت میں مبارک باد پیش کی گئی۔ اس کے بعد سوال و جواب کا دلچسپ سلسلہ شروع ہوا۔ (ادارہ)

لیکھرام کی ہلاکت کا عظیم الشان نشان

سو سال قبل ۱۸۹۷ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لیکھو کے مرنے کا ایک عظیم الشان نشان دکھایا تھا۔ ہندو قوم کے لئے یہ ایک عبرتناک نشان تھا لیکن بت پرستی جو ہے وہ ابھی تک بہت مضبوط نظر آتی ہے۔ اس قوم نے یا اس مذہب نے اس نشان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا۔ حضور انور سے اس بارہ میں ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ بت پرستی کا انجام ہم کب دیکھیں گے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا پہلی بات یاد رکھیں کہ لیکھو کے نشان کا بت پرستی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ آریہ ورت کے ماننے والے توحید کے دعویدار تھے اور لیکھو ان کا پہلوان بنا ہوا تھا۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ آریہ ورت نے توحید کی جو تعلیم دی ہے وہ اسلام سے زیادہ شاندار اور روشن ہے اور یہ بھی کہ آریہ ورت کا فلسفہ، حکمت اور سائنسی حقائق پر مبنی ہے اور قرآن کریم میں نعوذ باللہ من ذالک فرسودہ باتیں اور قصے کہانیاں ہیں۔ صرف توحید کا ایک مضمون ہے جو مشترک ہے باقی باتوں میں دیانند کی جو تعلیم ہے اور آریہ ورت کی جو عقل اور فطری روشنی ہے یہ ساری ویدوں کی مرہون منت ہے۔ پس آریہ جدید کو ایک بہت ہی قدیم سے جوڑتے تھے اور بیچ میں قرآن کریم کی تعلیم کو جو مقابلۃً بالکل نئی تھی فرسودہ تعلیم قرار دیتے تھے۔ یہ تھا آریوں کے دعاوی کا خلاصہ اور جنگ کے داؤ پیچ جو انہوں نے اختیار کئے ہوئے تھے۔

لیکھرام کی بدزبانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح آریوں کو رگیدا ہے اور بہت زور سے پچھاڑا ہے چیلنج دے دے کر، اس کے گہرے زخم ان پر لگے جس کے نتیجہ میں لیکھرام بدتمیزی میں بہت بڑھ گیا اور تمسخر شروع کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چیلنج بھی دیا کہ تم جس رسول کے پیروکار ہونے کے دعویدار ہو اور اس پر فخر کرتے ہو اس کے متعلق گستاخی کرتا ہوں تم میرا کیا کر سکتے ہو۔ بدتمیزی کروں گا اور تمہارے متعلق بھی اور تم بھی اپنے خدا کو بلاؤ، میں بھی بلاتا ہوں اور پھر دونوں اپنا الہامی مقابلہ دنیا کے سامنے پیش کریں اور نشر کریں۔ چونکہ لیکھرام کی بدگوئی اور بدتمیزی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھی اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے نتیجہ میں دعا کی ہے اور اس پر آپ کو رویا میں وہ فرشتہ دکھایا گیا جو سرخ آنکھوں والا اور لیکھرام کا پتہ پوچھ رہا تھا اور خنجر کے ساتھ اس کو ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اور پھر ساتھ عید والا الہام "ستعرف یوم العید والعید اقرب" کہ تو عید والے دن اس بات کو جان لے گا اور عید قریب تر ہے یعنی عید سے ملے ہوئے دن کو یہ یہ نشان ظاہر ہوگا اور آپ نے اس کی مدت گنتی کے چھ سال لکھی تھی کہ اس عرصہ میں یہ نشان ظاہر ہو جائے گا۔ اس کے مقابلہ پر لیکھرام نے جو پیش گوئی کی اس میں تین سال کی مدت معین کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو چھ سال کا لمبا عرصہ ہے وہ تین سال کا توڑ تھا اور اس کی نامرادی کو اس پر ظاہر کرنا اور سو فیصد ثابت کرنا پیش نظر تھا۔ ورنہ عموماً اتنے لمبے عرصے کی دور کی خبر عجیب لگتی ہے اور یہ واقعہ حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش سے پہلے ہوا۔ یہ جو مباہلہ ہوا ہے یہ دراصل حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش سے پہلے کا ہے اور وہ جو چھ سال کا وقت مقرر ہوا ہے یہ بعد میں ہوا ہوگا۔ حضرت مصلح موعود کی پیدائش ۱۸۸۹ء کی تھی۔ اس سے پہلے لیکھرام نے اپنا وہ دعویٰ شائع کر دیا اس لئے مجھے یقین ہے کہ وہ مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے کا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ انہوں نے جو الہام بتایا ہے کہ خدا مجھے ایک بیٹا دے گا جو دنیا میں شہرت پائے گا اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا لیکن لیکھرام کہتا ہے مجھے میرے خدا نے مطلع کیا ہے کہ سب جھوٹ ہے، شیطانی توہمات کا ایک پلندہ ہے اور کچھ بھی پیدا نہیں ہوگا۔ اگر پیدا ہوا تو گویا وہ ایک لوتھڑا ہوگا اس میں کوئی جان نہیں ہوگی اور چند دن کے اندر اندر وہ ذلت کی موت مر جائے گا اور تین سال کے اندر اندر قادیان سے مرزا اور اس کے پیروکاروں کا نشان مٹا دیا جائے گا اور یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا، کناروں تک تو کیا قادیان میں ہی اس کی شہرت دفن ہو کر ختم ہو جائے گی۔ پس لیکھرام کی یہ جو پیش گوئی ہے یہ لازمی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۱۸۸۶ء کی پیش گوئی کے بعد اور مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے ہوئی ہے۔

میں نے ایک دفعہ اس پیش گوئی کو سارٹ آؤٹ کیا تھا اور اس کے جو چھ سال کا عرصہ ہے وہ اتنا قطعی اور یقینی بنتا ہے کہ کسی دشمن نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اگر اس میں کوئی شک ہوتا تو لازماً دشمن کوئی اعتراض اٹھاتے کہ الہام جھوٹا نکلا۔ چھ سال گزر گئے کچھ نہیں ہوا۔ میں نے اس پر باقاعدہ ایک مضمون لکھا ہوا ہے۔ سوانح فضل عمر میں اس کو Discuss ہوا ہے۔ اس میں پورے حوالے اور ساری تاریخیں دی ہوئی ہیں۔ پیش گوئی مصلح موعود کے بعد اور مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے لیکھرام نے جوابی تعلّی شائع کی۔ جب بشیر اول فوت ہوئے ہیں تو پھر ایک شور و غوغا بھی اٹھا ہے کہ دیکھو جی کیا ہو گیا۔ پھر جب مصلح موعود پیدا ہوئے ہیں پھر اس کے تین سال بعد تک یہ دیکھتا رہا ہے کہ بچہ پیدا ہوا ہے، بڑھ رہا ہے، کچھ نہیں کر سکا اور پھر چھ سال کی مدت کے اندر یہ مارا گیا۔

دنیا کا بہترین ادب

دنیا بھر کے ادب میں یہ سوال بار بار اٹھایا جاتا ہے کہ ادب کی ضرورت و اہمیت کیا ہے اور وہ کون سا معیار ہے جس پر پرکھ کر ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ ادب ہے اور یہ ادب نہیں ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے محترم عبید اللہ صاحب علیم کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ادب کا جو اصل Touch Stone ہے یعنی وہ پتھر جس پر گھسا کر دیکھا جاتا ہے کہ سونا ہے یا گند ہے یہ تو فطرت ہے کیونکہ اس کا زبان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی علم سے کوئی تعلق ہے۔ کیونکہ ایسے زمانوں میں جب کہ عرب میں الف اور الباء پڑھنا بھی شاذ کے طور پر تھا اور اکثر جہلاء ہی تھے یہاں تک کہ ملک ہی جہلاء کا ملک کہلاتا تھا اس زمانہ میں عربی کلام نے جو ترقی کی ہے مسلمان بھی بعد میں اسی کا حوالہ دیتے رہے اور پھر قرآن کریم کی صورت میں عربی کلام بلند شان اور عروج کو پہنچا جو سب پر بالا رہا اور اس کے بعد فصاحت و بلاغت کا حوالہ یا قرآن کریم سے دیا گیا یا قبل از قرآن عرب جہلاء کے کلام سے دیا گیا جو بہت اونچے درجے کا کلام ہے اس کا کسی کے صاحب علم ہونے سے کوئی تعلق نہیں وہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی اندرونی روشنی تھی جس نے وہ کلام پیدا کیا۔ شیکسپیئر کسی سکول یا یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ نہیں تھا لیکن چوٹی کے علماء جو بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے ڈاکٹریٹ کرتے ہیں وہ اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں حالانکہ وہ ایک معمولی عام انسان تھا جو لوگوں کے گھوڑے پکڑ کر چلتا تھا۔ لوگ رسیاں باندھ کے جہاں گھوڑے باندھا کرتے تھے وہ باہر ان کی حفاظت کیا کرتا تھا۔

پس ایک بات سچی ثابت ہو گئی کہ فصاحت و بلاغت یا ادب کا تعلیم سے تعلق نہیں ہے۔ دنیا کا چوٹی کا ادب اس انسان پر نازل ہوا جو دنیا کے لحاظ سے تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ اس کا تعلق دراصل فطرت کے اس سرچشمہ سے ہے جو خدا تعالیٰ کی صفات کے توازن کا حسن اپنے اندر رکھتا ہے اور یہ حسن دراصل اندرونی توازن ہے کہ جب خیالات میں ڈھلتا ہے تو بہترین ادب بنتا ہے۔ اس پہلو سے ہر ادب کا خدا تعالیٰ کی سچائی یعنی توحید کے چشمہ کے قریب تر ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ دیکھ لیں جتنے بھی چوٹی کے لکھنے والے ہیں ان کے اندر ایک اندرونی روشنی ہے ایک توازن ہے اور ایک غیر معمولی قوت ہے، ایک ادب ہے جو پھوٹتا ہے اور اس کے نتیجے میں ان کی زبان اور حرفوں کا تول اتنا عجیب ہوتا ہے کہ ایک حرف کو اٹھا کر آپ دوسری جگہ نہیں رکھ سکتے۔ یہ درحقیقت اس توازن کی مثال ہے جس کے متعلق قرآن کریم دعویٰ کرتا ہے کہ یہ کائنات ایسی ہے جس میں تم کہیں کوئی بھی رخنہ یا اونچ نیچ نہیں دیکھو گے یعنی جہاں کوئی چیز رکھ دی گئی ہے وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ نہیں رکھ سکتے۔ تو اس سے ایک تعریف یہ نکل آئی یعنی ایک تونیہ ہے کہ اس کا منبع کیا ہے اور دوسرے وہ جانچا کیسے جائے۔ اس کا جانچنا یہ ہے کہ جو لفظ جہاں رکھ دیا جائے وہاں سے پھر اٹھایا نہ جاسکے سوائے اس کے کہ مضمون سے ناانصافی کرے۔ تو یہ فطری ادب جب تک گہرے انسانی فطرت کے سرچشمہ سے نہ نکلے اسوقت تک بنایا نہیں جا سکتا۔

پس ادب خود ساختہ نہیں ہوتا۔ ادب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ودیعت ہے، ایک تخلیق ہے اور ایسا آدمی جہاں بھی ہو نیم دیوانہ بھی ہو گا۔ تو اس کی زبان پر بھی ادب کے سرچشمے پھوٹ سکتے ہیں اور کئی ایسے لوگ ہیں جو دیوانہ وار پھرتے ہیں اور نہایت اعلیٰ درجہ کا کلام ان کی زبانوں سے نکلتا ہے۔ سو ساری تفصیل میں جانا اس وقت ممکن نہیں اور نہ ہی ادب کے سارے نمونے دے کر بتانا ممکن ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ مختصر اصولی جواب سر دست کافی ہونا چاہئے۔

آسمانی ادب اور مادی ادب میں فرق

مکرم علیم صاحب نے مزید عرض کیا ادب کی ضرورت اور اہمیت کا بھی ایک مسئلہ ہے کہ جہاں الہام موجود ہو وہاں ادب کیا کام سرانجام دیتا ہے۔ انسان کی کون سی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ میرے ذہن میں اصل میں غالب کا ایک شعر ہے۔

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب سریر خامہ نوائے سروش ہے

اس کی حقیقت کیا ہے؟

حضور انور نے فرمایا ایک تو الہام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معین وحی کی صورت میں نازل ہوتا ہے اور ایک وہ شعلہ نور ہے جو دل کی تہذیب یا فطرت کی تہذیب سے دل سے اٹھتا ہے۔ میں وہ بیان کر رہا ہوں۔ جہاں تک الہام کا تعلق ہے قرآن کریم اسے یوں بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نور ہے یہ بھڑک اٹھنے کو تیار تھا "ولو لم تمسسہ نار" خواہ اسے آگ نہ بھی چھوتی۔ پس یہ جو مقام ہے یہ قابل غور ہے جن کا شعلہ نور بغیر کسی اور شعلے کے خود بخود بھڑک اٹھنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس پر عام انسان کو جو خدا سے تعلق نہ رکھتا ہو اس کو اندر سے ایک روشنی پھوٹتی ہوئی نظر آتی ہے اور وہ اس کا نام نوائے سروش رکھ دیتا ہے حالانکہ وہ اوپر سے نہیں اترتی لیکن جب وہ اوپر سے اترتی ہے تو نور علیٰ نور بن کر اس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ وہ مضمون ہی اور ہو جاتا ہے۔ پس آسمانی ادب اور مادی ادب کے درمیان یہ فرق ہے۔

قرآنی فصاحت و بلاغت پر غیر مسلموں کا اعتراض

مکرم عبید اللہ صاحب علیم کے سوال کے جواب میں حضور انور نے قرآن کریم کے آسمانی ادب کا ذکر فرمایا تو اس پر ایک دوست نے یہ سوال اٹھایا کہ فصاحت و بلاغت کی بات چل نکلی ہے تو میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ اکثر غیر مسلم یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا جب آپ نے یہ کہا کہ بات چل نکلی ہے تو اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے ذہن میں پہلے یہ سوال نہیں تھا اب بات چھڑی ہے تو آپ نے یہ سوال اٹھایا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ میں وہ کاغذ پکڑا ہوا ہے جس پر سوال لکھے ہوئے ہیں اب یہ حسن اتفاق ہے یا اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے کہ بعینہٖ پہلے وہ سوال ہوا جس کا آپ کے سوال کے ساتھ تعلق ہے۔ سوال کرنے والے دوست نے

عرض کیا واقعی حضور یہی بات ہے اور اپنے سوال کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک عراقی دوست سے ایک غیر مسلم نے سوال کیا جو انٹرنیٹ پر مختلف Religious Forums میں زیر بحث آیا اور اس دوران میرے بیٹے زبیر سے بھی وہ باتیں کرتا رہا۔ وہ احمدیہ علم کلام سے بہت متاثر ہوا ہے اور اس نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون" (آل عمران آیت ۶۰)۔ اس کو اس آیت کے سمجھنے میں یہ مشکل پیش آئی ہے کہ "قال لہ" تو یہ سب ماضی کا قصہ ہے پھر "فیکون" مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے حالانکہ زبان کے اعتبار سے یہاں "فکان" ہونا چاہئے تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو عقل ہی کوئی نہیں اور پتہ ہی نہیں کہ "یکون" کا مطلب کیا ہے۔ یہ عراقی دوست تو عرب ہیں ان کو تو "قال لہ کن فیکون" کی سمجھ آنی چاہئے تھی۔

نہایت گہرا اور عارفانہ الٰہی کلام

قرآن کریم نے تخلیق آدم کا جو محاورہ استعمال کیا ہے اس کے مقابل بائبل یہ محاورہ استعمال کرتی ہے کہ اس نے کہا ہو جا اور وہ ہو گیا۔ یہ ایک بہت ہی Clumsy محاورہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں Spontanious Creation کا تصور ملتا ہے یعنی خدا نے آدم سے کہا ہو جا اور وہ اسی وقت ہو گیا۔ اس غلط محاورہ نے جو غالباً انسانوں نے بعد میں گھڑا ہے یا اس کے مفہوم کو نہیں سمجھ سکے کیونکہ بعض دفعہ ماضی کا لفظ مستقبل کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کا بھی سوال کرنے والے کو پتہ نہیں ورنہ بائبل کا یہ معمہ بھی حل نہیں کر سکے گا۔ بائبل جو کہتی ہے کہ اس نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا، یہ جو کہا گیا کہ ہو گیا یہ دراصل بائبل میں یقین دلانے کی خاطر تھا کہ یہ اتنا یقینی اور قطعی امر ہے کہ اگرچہ بعد میں ہو گا مگر ایسا یقینی ہے جیسے مٹھی میں ہو چکا ہے۔ اس مضمون کو بائبل کے پڑھنے والے یا تو سمجھ نہیں سکے یا لکھنے والے نے غلط لکھا ہو گا۔ مگر میرے خیال میں تو محاورہ بہت اعلیٰ تھا، لکھنے والوں کی غلطی نہیں، سمجھنے والوں کی غلطی ہے۔ قرآن کریم نے جو محاورہ استعمال کیا ہے وہ ہر قسم کے شک سے بالا ہے اور عین فطرت اور تخلیقی تقاضوں کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ جب یہ فرماتا ہے "کن" ہو جا تو "فیکون" کا مطلب ہوتا ہے وہ ہونا شروع ہو گیا اور ہو کر رہے گا۔ چونکہ "یکون" مضارع کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے ہوتا ہے، ہو گا۔ یعنی حال پر بھی حاوی ہے اور مستقبل پر بھی حاوی ہے اور یہ صحیح تصویر ہے جو ہر قسم کی تخلیق پر بعینہٖ اطلاق پاتی ہے۔ آدم کو جب کہا ہو جا تو اس کے متعلق اس کو سمجھنے میں یہ غلط فہمی ہوئی کہ گویا بائبل کی طرح مراد یہ ہے کہ وہ ہو گیا اور پھر اس کے لئے مستقبل کا صیغہ استعمال کرنا یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن کریم نے ہر جگہ یہی محاورہ استعمال کیا ہے۔ صرف آدم کی تخلیق میں نہیں۔ اس محاورہ کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی اللہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہونی شروع ہو جاتی ہے اور ہو کر رہتی ہے اور اپنی تکمیل تک وہ لازماً پہنچتی ہے - یہ جو ترجمہ ہے یہ نہ صرف یہ کہ اعتراض سے بالا ہے بلکہ بہت ہی گہرے اور عارفانہ کلام پر دلالت کرتا ہے جو تخلیق کی ہر نوع پر اطلاق پاتا ہے۔ پس آپ اپنے بیٹے کو یہ نکتہ سمجھا دیں تاکہ وہ اس غیر مسلم کو ڈٹ کر جواب دیں۔

بقیہ صفحہ ۲

"ایک غلطی عیسائیوں میں بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ مسیح جیسے مقدس اور بزرگوار کی نسبت جس کو انجیل شریف میں نور کہا گیا ہے نعوذ باللہ لعنت کا لفظ اطلاق کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ لعن اور لعنت ایک لفظ عبرانی اور عربی میں مشترک ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ملعون انسان کا دل خدا سے بکلی برگشتہ اور دور اور مہجور ہو کر ایسا گندہ اور ناپاک ہو جائے۔ جس طرح جذام سے جسم گندہ اور خراب ہو جاتا ہے۔ اور عرب اور عبرانی کے اہل زبان اس بات پر متفق ہیں کہ ملعون یا لعنتی صرف اسی حالت میں کسی کو کہا جاتا ہے جبکہ اس کا دل در حقیقت خدا سے تمام تعلقات محبت اور معرفت اور اطاعت کے توڑ دے۔ اور شیطان کا ایسا تابع ہو جائے کہ گویا شیطان کا فرزند ہو جائے اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے اسی لئے لعین شیطان کا نام ہے۔ پس وہی نام حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے تجویز کرنا اور انکے پاک اور منور دل کو نعوذ باللہ شیطان کے تاریک دل سے مشابہت دینا اور وہ جو بقول ان کے خدا سے نکلا ہے اور وہ جو سراسر نور ہے - اور وہ جو آسمان سے ہے - اور وہ جو علم کا دروازہ اور خدا شناسی کی راہ اور خدا کا وارث ہے - اسی کی نسبت نعوذ باللہ یہ خیال کرنا کہ وہ لعنتی ہو کر یعنی خدا سے مردود ہو کر اور خدا کا دشمن ہو کر اور دل سیاہ ہو کر اور برگشتہ ہو کر اور معرفت الٰہی سے نابینا ہو کر شیطان کا وارث بن گیا - اور اس لقب کا مستحق ہو گیا جو شیطان کے لئے خاص ہے یعنی لعنت - یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ اس کے سننے سے دل پاش پاش ہو جاتا ہے - اور بدن پر لرزہ پڑتا ہے - کیا خدا کے مسیح کا دل خدا سے ایسا برگشتہ ہو گیا جیسے شیطان کا دل؟ کیا خدا کے پاک مسیح پر کوئی ایسا زمانہ آیا جس میں وہ خدا سے بیزار اور در حقیقت خدا کا دشمن ہو گیا - یہ بڑی غلطی اور بڑی بے ادبی ہے - قریب ہے جو آسمان اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے -"

(تحفہ قیصریہ - صفحہ ۱۳، ۱۴۔
روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱/۱

نمبر 259

تاریخ 5/6/93

"قرآن شریف خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل...... یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر" (مسیح موعودؑ)

بخدمت مکرم سید شمشاد احمد ناصر۔ امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکا خط مؤرخہ 15/5/93 دارالافتاء میں 22/5/93 کو موصول ہوا جسمیں آپ نے لاٹری اور لائف انشورنس سے متعلق استفتاء کیا ہے۔

جواباً حضرت خان محمد برکت علی صاحب کی ایک روایت جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لاٹری اور اس سے حاصل شدہ روپیہ سے متعلق ارشاد فرمایا ہے، تحریر ہے۔ خان صاحب فرماتے ہیں :-

"غالباً آخری دنوں کا واقعہ ہے کہ میں نے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی معرفت عریضہ ارسال کیا اور ملاقات کی خواہش کی حضرت موصوف اس وقت ۱۷-۱۸ سال کی عمر کے تھے۔ حضور ؑ نے اجازت مرحمت فرمائی اور اوپر کمرے میں بلوالیا۔ حضور سے میں نے عرض کیا۔ میں غیر احمدی ہونے کی حالت میں دفتر میں ایک فنڈ میں شامل تھا جسکا نام FOOTENIC FUND تھا۔ پندرہ سولہ سو آدمی تھے اور چندہ آٹھ آنے ماہوار لیا جاتا تھا۔ رقم فراہم شدہ کی لاٹری ڈالی جاتی تھی۔ منافع تقسیم کرلیا جاتا تھا۔ یہ کام احمدی ہونے کے بعد تک جاری رہا۔ چنانچہ ایک دفعہ ہمارے نام تقریباً ۱,۱۵,۰۰۰ روپے کی لاٹری نکلی اور قریباً ۷۵۰۰ روپے میرے حصہ

میں آیا۔ مجھے خیال ہوا کہ کیا یہ امر جائز بھی ہے۔ حضور سے دریافت کرنے پر جواب ملا کہ "جائز نہیں۔ اس رقم کو اشاعت اسلام وغیرہ پر خرچ کر دینا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز حرام نہیں"۔
چنانچہ اس کے بعد میں نے تھوڑا تھوڑا کر کے سب ادھر ادھر غرباء وغیرہ میں خرچ کر ڈالدیا اشاعت اسلام میں دے دیا"۔
(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مؤرخہ ۱۳ جنوری ۱۹۴۰ء صک)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی لاٹری کو ناجائز قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔
"خالص جوا ہے اسے تو یورپ والوں نے بھی ناجائز لکھا ہے"۔
(الفضل قادیان مؤرخہ ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء ص ۶)

حضرت مولوی رحمت علی صاحب نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک شخص لاٹری کے ذریعہ سے لاکھ روپیہ حاصل کرتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے پچیس ۲۵ ہزار روپیہ مجھے مدرسہ یا کسی اور نیک کام کیلئے دے تو میرے لئے اس نیک کام پر اس روپیہ کا خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اس پر حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا :۔
"اگر آپ کی لاٹری جیتنے والے کے ساتھ کسی قسم کی شراکت نہیں تو جائز ہے"۔
(الفضل مؤرخہ ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء ص ۶)

۲۔ لائف انشورنس سے متعلق مجلس افتاء کا فیصلہ

51
9/6/75

۲/

جسے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 23/6/80 کو منظور فرمایا ذیل میں میں تحریر ہے:۔

"حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ کے مطابق جب تک معاہدات سود اور قمار بازی سے پاک نہ ہوں بیمہ کمپنیوں سے کسی قسم کا بیمہ کروانا جائز نہیں۔ یہ فتاویٰ مستقل نوعیت کے اور غیر مبدل ہیں البتہ وقتاً فوقتاً اس امر کی چھان بین ہو سکتی ہے کہ بیمہ کمپنیاں اپنے بدلتے ہوئے قوانین اور طریق کار کے نتیجہ میں قمار بازی اور سود کے عناصر سے کس حد تک مبرا ہو چکی ہیں۔

مجلس افتاء نے اس پہلو سے بیمہ کمپنیوں کے موجودہ طریق کار پر نظر ثانی کی ہے اور اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ اگرچہ رائج الوقت عالمی مالیاتی نظام کی وجہ سے کسی کمپنی کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے کاروبار میں کلیتہً سود سے دامن بچا سکے لیکن اب کمپنی اور پالیسی ہولڈر کے درمیان ایسا معاہدہ ہونا ممکن ہے جو سود اور قمار بازی کے عناصر سے پاک ہو اس لئے اس شرط کے ساتھ بیمہ کروانے میں ہرج نہیں کہ بیمہ کروانے والا کمپنی سے اپنی جمع شدہ رقم پر کوئی سود وصول نہ کرے۔"

(رجسٹر فیصلہ جات مجلس افتاء صفحہ 60 غیر مطبوعہ)

والسلام
خاکسار
[دستخط]
مفتی سلسلہ احمدیہ

سلسلہ وار

آیئے نماز سیکھیں

ضمِ سُورۃ

سُورۃ فاتحہ کے بعد ایک اور سُورۃ ملانا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام کے ساتھ جو بِن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنیوالا ہے

لِرَبِّكَ	فَصَلِّ	الْكَوْثَرَ	اَعْطَيْنٰكَ	اِنَّآ
اپنے رب کے لئے	پس تُو نماز پڑھ	بہت بڑی بھلائی	ہم نے تجھے عطا کی	یقیناً ہم
یقیناً ہم نے تجھے بہت بڑی بھلائی عطا کی ہے پس تُو اپنے رب کی عبادت کر				

الْاَبْتَرُ	هُوَ	شَانِئَكَ	اِنَّ	وَانْحَرْ
بے اولاد	وہی	تیرا دشمن	یقیناً	اور قربانی کر
اور اس کے لئے قربانی دے۔ یقیناً تیرا دشمن ہی بے اولاد ثابت ہو گا				

تکبیر

اَكْبَرُ	اَللّٰهُ
سب سے بڑا ہے	اللہ
اللہ سب سے بڑا ہے	

تسبیح

الْعَظِيْمِ	رَبِّيَ	سُبْحٰنَ
بہت بڑا	میرا پالنے والا	پاک ہے
میرا رب تمام عیبوں سے پاک ہے اور وہ بڑی قدر توں والا ہے		

تسمیع

حَمِدَهٗ	لِمَنْ	اللّٰهُ	سَمِعَ
اس کی تعریف کی	اس کی جس نے	اللہ	اس نے سُن لی
اللہ نے اس کی دُعا سُن لی جس نے اس کی تعریف کی			

تحمید

حَمْدًا	الْحَمْدُ	وَلَكَ	رَبَّنَا
تعریف	سب تعریف	اور تیرے لئے	اے ہمارے رب
اے ہمارے رب تیرے لئے ہی حمد و ثناء ہے۔ بہت حمد			

فِيْهِ	مُبَارَكًا	طَيِّبًا	كَثِيْرًا
اس میں	برکت والی	پاک	بہت زیادہ
جو پاکیزہ ہے اور اس میں برکت ہی برکت ہے۔			

واقفین نو کے والدین کے لئے

تیسرا دور ایک سال کی عمر سے دو سال کی عمر تک

سیکھنے کی عمر کا تعین حتمی نہیں ہوتا۔ اصل میں بچہ کی ۵ ۹ پر ہوتا ہے یا دوسرے لفظوں میں فطری رجحانات پر ہوتا ہے۔ کچھ بچے آسانی سے سیکھ لیتے ہیں۔ کچھ مشکل سے سیکھتے ہیں۔ اور کچھ نسبتاً دیر سے سیکھ لیتے ہیں۔

یہ بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ ہر بچہ ایک عمر کا یکساں طور پر نہیں سیکھے گا۔ اس فرق سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہر بچہ کی فطرت اور صلاحیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ جو اندازے پیش کئے گئے ہیں یہ اوسط درجہ کے بچے کے لئے ہیں۔ اس میں کمی بیشی۔ عمر کا فرق۔ اکتساب کی مقدار مختلف ہوگی۔ نیز ایک سال کی عمر ایک حتمی حد نہیں۔ کوئی بچہ ۱۰ ماہ چلنے لگتا ہے کوئی ڈیڑھ سال کا ہو کر چلنے لگتا ہے۔

جب بچہ چلنا شروع کرے تو اُسے واکر میں بالکل قید نہ کر دیا جائے۔ بعض مائیں بچوں کو میلا ہونے سے بچانے کے لئے اُسے پہلے ہی واکر میں بٹھا دیتی ہیں۔ یہ قدرتی اور فطری طریقہ نہیں۔ کمرے قالین پر، فرش پر، گھاس پر تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیں تاکہ وہ اپنی مرضی سے حرکت (MOVE) کر سکے۔ ہاں خیال ضرور رکھیں کہ وہ کوئی چیز اٹھا کر منہ میں نہ ڈال لے رینگ کر چلنے کا ارتقائی دور ضرور آنے دینا چاہیئے۔

ژاں ژاک روسو کا کہنا ہے کہ "انسان آزاد پیدا ہوتا ہے مگر بندھنوں میں قید کر دیا جاتا ہے۔" اُسے فطری تعلیم ملنی چاہیئے۔ کم و بیش فطری ماحول مہیا کرنا چاہیئے تمدنی تکلفات میں نہیں جکڑنا چاہیئے۔ ڈایپرز اور PAMPERS کس دیئے جاتے ہیں۔ تنگ اور فٹ کپڑے پہنا دیئے جاتے ہیں۔ بچہ اظہار تو نہیں کر سکتا مگر اس کے چہرے سے بے اطمینانی جھلکتی ہے۔ موسم کا خیال کئے بغیر موٹے یا واش اینڈ ویئر کپڑے چڑھا دیئے جاتے ہیں تاکہ بچہ سمارٹ نظر آئے۔ بچہ ان پابندیوں میں بے چینی محسوس کرتا ہے تو وہ چڑ چڑا۔ بدمزاج اور روتے والا بچہ بن جاتا ہے

بچہ کو چڑچڑے پن اور ضدی پن سے محفوظ رکھنے کے لئے اسے بار بار ٹوکنا۔ منع کرنا۔ مضر اشیاء ہاتھ سے چھیننا نہیں چاہیئے۔ یہ عمر اس لحاظ سے سخت آزمائش کا دور ہوتا ہے۔ بچہ کچھ کرنا چاہتا ہے۔ مگر ہر وقت ماں باپ اس کو روکتے ٹوکتے ہیں کہ یہ نہ کرو۔ یہ نہ پکڑو۔ ادھر مت جاؤ۔ اوپر مت چڑھو گر جاؤ گے۔ رینگنے اور قدم قدم چلنے کا دور ماں باپ کے لئے بہت مسائل پیدا کرتا ہے۔ اس کے چلنے سے خوش بھی ہوتے ہیں اور بیزار بھی۔ یہ بات بچہ نوٹ کرتا ہے لیکن تضاد کو سمجھ نہیں پاتا۔ جو اشیاء بچے کے لئے خطرناک ہوں یا چیزوں کے نقصان کا اندیشہ ہو ان کو محفوظ مقام پر رکھ دیا جائے تاکہ نہ تو بار بار منع کرنے اور روکنے سے بچہ کی طبیعت میں چڑچڑاپن آئے گا۔ اور نہ ہی ماں کے اعصاب پر تناؤ کی کیفیت طاری ہوگی۔

اس دور میں بچہ بولنا بھی شروع کر دیتا ہے۔ اب آپ جو چاہے بولنا سکھایئے اس کی VOCABULARY ذخیرہ الفاظ میں ایسے الفاظ (FEED) ڈالیے جن کی ہمارے واقفینِ نو کو ضرورت ہے۔ اخلاقی۔ مذہبی شرعی اصطلاحیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ رسول اللہ، نماز، قرآن کی اصطلاحیں۔ یوں تو اس عمر میں بچہ گالی بھی دے تو بہت پیارا لگتا ہے۔ سب بار بار گالی سنتے اور خوش ہوتے - یا ایسی باتیں جو نازیبا ہوتی ہیں لیکن بچے کے منہ سے بُری نہیں لگتیں۔ کچھ عرصہ بعد انہیں باتوں اور گالیوں پر ڈانٹ پڑنے لگتی ہے تو بچہ حیران ہو جاتا ہے اور ایک الجھن کا شکار ہو جاتا ہے کہ پہلے اسے اسی بات پر داد ملتی تھی اب ڈانٹ کیوں ملتی ہے پہلے دن ہی سے نازیبا بات یا حرکت کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیئے۔ اس کے لئے بہتر ہے کہ بچہ کی منفی بات یا حرکت کا نوٹس ہی نہ لیا جائے۔ بچہ خود بخود اس کو ترک کر دے۔ داد سے دہرائے گا پھر چھڑوانا قدرے مشکل ہوگا۔

تقلیدی جبلت کے تحت اس دور میں بچہ ماحول سے بہت زیادہ اکتساب اور اثر قبول کرتا ہے۔ اسی دور میں قوتِ حافظہ بے حد تیز ہوتی ہے۔ عمر کے مقابلے میں قوت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ البتہ ذہنی بصیرت نہایت کم ہوتی ہے اس لئے اس کی صلاحیت، قوت کو تقلیدی جبلت سے ہم آہنگ کر کے اس کے سامنے ہمیں مثالی کردار پیش کرنا ہوگا۔ بڑے بہن بھائیوں اور دیگر اہل خانہ سب کو محتاط ہو کر عملی نمونہ پیش کرنا ہوگا۔ ایک واقفِ نو کی برکت سے باقی اہل خانہ بھی تربیت کا عملی نمونہ پیش کرتے کرتے خود ہی تربیت یافتہ ہو جائیں گے۔ دوسرے معنوں میں بچہ ہماری تربیت کر ڈالے گا۔ انشاءاللہ ہوتے ہوتے اسلامی معاشرہ تشکیل پا جائے گا۔

جھوٹ سے بچانے کے لئے یہ نکتہ ذہن میں رہے۔ بچہ جھوٹ بلکہ ہر برائی سے ناآشنا ہوتا ہے۔ بعض بُرائیاں جبلی تقاضوں کی تربیت (TAME) نہ کرنے کی صورت میں نمودار ہوتی ہیں۔ لیکن بچوں کو جھوٹ بڑے سکھاتے ہیں اس کی تہہ میں براہِ راست کوئی جبلت ملوث نہیں ہوتی۔

اول تو یہ ہے کہ سزا کے خوف سے جھوٹ بولے گا۔ دوم لالچ دینے سے وہ جھوٹ سیکھ جائے گا۔ مثلاً بچہ سے کہا جائے کہ اگر تم نے یہ حرکت کی تو پٹائی ہوگی۔ یا "بابا" آ جائے گا۔ کوئی مثبت کام کروانے کے لئے ٹافی کھلونے یا اس کی من پسند چیز دینے کا لالچ دیا جائے تو وہ سزا سے بچنے کے لئے یا انعام حاصل کرنے کے لئے اپنی ذہانت کی بنا پر جھوٹ بولے گا۔ جھوٹ کا فی الحال تعارف ہی نہ کروائیں اسے ناآشنا ہی رہنے دیں۔

یاد رہے کہ جب بچہ بولنا سیکھتا ہے تو بہت سی باتیں آپ کو ایسی سنائے گا جو فرضی ہوں گی۔ بے ربط۔ اور حقیقت سے دور۔ یہ جھوٹ نہیں۔ یہ اس کا تصور (جو ناپختہ) ہوتا ہے۔ وہ با آواز بلند سوچتا ہے جتنی فرضی اور بے سرو پا باتیں سنائے گا اتنا ہی اس کا تصور وسیع اور زرخیز ہوگا۔ ایسا بچہ بڑا ہو کر تخلیقی کام کرنے کا اہل ہوگا۔ اس لئے جھوٹ اور تصور میں فرق سمجھ لیں۔ بچوں کو ایسی کہانیاں سنائی جائیں جن میں نیکی بدی پر فتح پاتی ہو۔ بُرائی کا انجام بُرا ہو۔

اس ضمن میں ایک اور بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ بچہ کو دوزخ کے تصور سے اس قدر نہ ڈرایا جائے کہ بڑے ہوکر بالکل ضمیر کا مجرم بن جائے۔ بعض مائیں بات بات پر جہنم کی آگ اور دیگر تفصیلات سے اس کی چھوٹے بچوں کو ڈراتی رہتی ہیں. ایسے بچوں میں لکنت پیدا ہو جاتی ہے۔ خود اعتمادی کم ہو جاتی ہے۔ نیکی بدی میں اتنا زیادہ امتیاز کرنے کی وجہ سے انہیں ڈر رہتا ہے کہ کہیں یہ بات بُری تو نہیں۔ یہ انتہائی حالت سخت مضر اثرات شخصیت پر چھوڑتی ہے۔ دوزخ کا تعارف اعتدال کی حد تک کروایا جائے۔

صبر کی عادت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ فوری طور پر بچہ کی خواہش یا ضرورت پوری نہ کریں بلکہ اسے اُمید دلائیں کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ٹانی بسکٹ (یا جو بھی وہ مانگ رہا ہو) دیں گے ابھی "ٹھہرو" وقت صبر کا اہم جز ہے۔

چوتھا دور ۲ سال سے ۴ سال کی عمر تک

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ بچہ تقلیدی جبلت کے تحت ہر وہ چیز سیکھے گا جو وہ دیکھتا ہے۔ نیز یہ کہ اس کی قوت حافظہ بہت تیز ہوتی۔ اس میں غیر معمولی طاقت (ENERGY) ہوتی ہے جس کو وہ ہر وقت حرکت کی حالت میں رہ کر مسلسل بول کر خارج DISCHARGE کرتا رہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے، سیکھتا ہے اور ان تجربات کو زندگی بھر کے لئے محفوظ کر لیتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کی مکمل تربیت کا آغاز گھر کے ماحول اور افرادِ خانہ کے عملی نمونہ اور کردار سے ہو جاتا ہے۔ اس کی شخصیت پر براہِ راست گہرا اثر ثبت ہو جاتا ہے۔

اگر مندرجہ ذیل نکات بھی مدِّنظر رکھے جائیں اور ذرا سی احتیاط برتی جائے تو مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔ انشاء اللہ۔ مثلاً۔

حسد سے بچانے کے لئے سب بچوں سے یکساں سلوک کریں۔ واقفِ نَو کو غیر ضروری ترجیح نہ دیں تاکہ وہ نہ تو احساسِ برتری کا شکار ہو اور نہ ہی دوسرے بہن بھائی احساس کمتری کا شکار ہوں۔ اور نہ ہی واقفِ نَو کمتری کا شکار ہوں۔ اور نہ ہی واقفِ نو کمتری کا شکار ہو کر دوسرے بچوں سے حسد کرنے لگے۔ اور زیادہ شدید حالات میں نفرت کرنے لگے۔ (یاد رہے کہ غیر معمولی رویّہ ABNORMALITY صرف نفرت اور محبت کے درمیان کشمکش کی حالت میں پیدا ہوتی ہے) اس عمر میں ذہنی بصیرت کا فقدان ہونے کی وجہ سے بعض اوقات وہ معاملہ کی اصل نوعیت کو سمجھے بغیر احساس محرومی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کے اثرات ساری عمر باقی رہتے ہیں۔

ضد سے بچانے کے لئے اسے مناسب توجہ دیں۔ اکثر بچہ NEGLECT (بے توجہگی) کی وجہ سے ضد کرتا ہے۔ ضد کی نوبت ہی نہ آنے دیں۔ اگر جائز یا بے ضرر خواہش ہو تو جلد پوری کر دیں۔ دوسری صورت میں اس کی تشفی کسی اور صورت میں کی جائے اگر بفرضِ محال بچہ ضد پر اُتر ہی آئے تو اس کی ضد پوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ بات اسی انداز میں منوانے کا عادی ہو جائے گا۔ ایک ماہرِ نفسیات PARLOFF کی زبان میں ضد کی CONDITIONING یعنی فطرتِ ثانیہ بن جانے کا خطرہ لاحق رہے گا۔

وقت صبر کا اہم جز ہے۔ یہ وقت جتنا طویل ہوگا اتنا ہی صبر کا مادہ پیدا ہوگا۔ مثلاً پھل خریدا گیا ہے۔ بچہ فوراً مانگے گا۔ اسے سمجھائیں کہ یہ دھوئے جائیں گے پھر کھانے کے بعد کھائے جائیں گے۔ اسی طرح باقی مطالبات بھی کبھی جلد پورے کریں کبھی دیر سے اور بعض مطالبات نہ بھی پورے کریں مثلاً چاند کا مطالبہ جو کبھی پورا ہو ہی نہیں سکتا۔

دوسرا طریق یہ ہے کچھ مقدار چیز کی بچہ کو دے دی جائے اور باقی کے لئے اسے سمجھائیں کہ اب وہ کل ملے گی یا شام کو ملے گی۔ اس انتظار میں صبر کرنا سیکھ جائے۔ کبھی اسے کہا جائے کہ دوسرے بہن بھائی اسکول سے واپس آئیں گے تو اس وقت چیز ملے گی۔ اس طریق سے اسے صبر کرنے کے ساتھ دوسروں کے ساتھ SHARE (حصہ بانٹنے) کرنے کی عادت بھی پڑے گی۔ مل جل کر۔ بانٹ کر کھانے کی تربیت بھی ملے گی۔

صبر اتنا زیادہ نہ کروایا جائے کہ بچہ ضد پر آجائے۔ اس موقع پر "انفرادی اختلافات" کے نظریہ کو مدنظر رکھا جائے۔ کوئی بچہ زیادہ دیر تک صبر کر سکے گا۔ کوئی تھوڑی دیر اور کوئی بے صبر بچہ ضد پر آجائے گا۔

غصّہ برداشت کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے بچّہ کو غصہ کی نوبت ہی نہ آنے دیں۔ ضد میں رونا دراصل غصہ کی علامت ہے۔ ضد سے محفوظ رکھنے کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس لئے غصّہ سے بچانا درحقیقت اس کیفیت کا موقع ہی نہ آنے دینا ہے اسی طرح دیگر منفی جذبات پر قابو پانے کا ایک طریقہ یہ ہی ہے کہ بچہ اس AGITATED STATE (بھڑکی ہوئی حالت) سے ناآشنا ہی رہے۔ بھڑکے ہوئے جذبوں کو کنٹرول کرنا مشکل ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ان کو مشتعل نہ ہونے دیا جائے۔ منفی جذبوں کے لئے ارتقائی CHANNALS (راستے) ڈھونڈنے ہوں گے۔ بعد میں سیلاب پر بند باندھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوگا۔

عزم و ہمت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کی بے ضرر سرگرمیوں میں روک ٹوک نہ کی جائے۔ بلکہ انہیں آسانی بہم پہنچائی جائے اور رہنمائی کی جائے۔ مثلاً ہر بچہ کو سیڑھیاں چڑھنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ اور ہر ماں اس موقع پر خوفزدہ ہو جاتی ہے۔ جونہی بچہ رینگنا شروع کرتا ہے وہ سیڑھیاں چڑھنا چاہتا ہے۔ بعض دفعہ چوٹ بھی لگ جاتی ہے۔ ایسے موقع پر چیخ و پکار اور وحشت کا اظہار نہ کریں بلکہ حوصلہ افزائی کریں۔ خود حفاظت کے لئے تیار رہیں۔ گرنے پر واویلا کرنا۔ پریشانی کا اظہار اس کو پست ہمت بنا دے گا۔ بے ضرر سرگرمیوں پر خواہ مخواہ ٹوکنے سے خوف دلانے اور ڈرانے سے بچہ بزدل ہو جائے گا۔ ساری عمر کشمکش کا شکار رہے گا۔ کوئی بھی نیا قدم اٹھانے اور کوئی کام شروع کرنے سے قبل تذبذب کا شکار ہو جائے گا۔ خوف کا احساس اس پر غالب رہے گا۔

غنا پیدا کرنا اور صبر کا جذبہ پیدا کرنا تقریباً ہم معنی چیزیں ہیں۔ بعض مائیں بچوں کا ندیدا پن دور کرنے کے لئے انہیں سیر کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس سے لالچ اور ہوس پیدا ہوتی ہے۔ لالچ اور ہوس سے محفوظ کرنے کے لئے صبر کی تربیت ہی کافی ہے۔ موجودہ دور میں بچہ کی ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے نتائج بالکل منفی پیدا ہوتے ہیں۔ بچّہ کی ہر خواہش پوری کرنے کے نتیجہ میں لالچ، ہوس، بے صبری بعد میں ضد۔ غصہ نفرت سب اسی وجہ سے ہے۔